کتاب	اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دیس میں (سفرنامہ یمن)
تصنیف	(صاحبزادہ) محمد نعیم اللہ نوری
حروف سازی	نوری کمپوزنگ سنٹر، بصیر پور شریف
کمپیوٹر کوڈ	Mohib\Yaman\Final.inp
سال اشاعت	جمادی الآخرہ ۱۴۳۰ھ/ جون 2009ء
صفحات	160
مطبع	شرکت پرنٹنگ پریس، لاہور
ناشر	فقیہ اعظم پبلی کیشنز، بصیر پور شریف

سٹاکسٹ

1. انجمن حزب الرحمٰن، بصیر پور شریف، ضلع اوکاڑا
2. ضیاء القرآن پبلی کیشنز، گنج بخش روڈ، لاہور
3. فرید بک سٹال، 38-اردو بازار، لاہور
4. شبیر برادرز، زبیدہ سنٹر، 40-اردو بازار، لاہور
5. مکتبہ اشرفیہ، منڈی مرید کے، ضلع شیخوپورہ

ISBN 969-9079-19-1

اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے دیس میں

(سفرنامہ یمن)

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
كَمَا تُحِبُّ وَ تَرْضٰى لَهٗ
اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَ سَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا
مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى آلِ سَيِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ
بِعَدَدِ كُلِّ مَعْلُوْمٍ لَّكَ

فہرست

✡✡✡✡✡

حرفِ محبت

حرمین شریفین زادھما شرفاً کے بعد جس خطۂ زمین کو سب سے زیادہ شرف و اعزاز نصیب ہوا، وہ یمن ہے--- یہ انبیاء کرام، صحابہ کرام، تابعین، تبع تابعین، محدثین، علماء، صلحاء اور صوفیہ کی سرزمین ہے--- احادیث مبارکہ میں اس کے بہت سے فضائل آتے ہیں، چند احادیث مبارکہ پیش کی جاتی ہیں:

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی، حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

((إِنَّ الْإِيْمَانَ يَمَانٍ وَ الْحِكْمَةَ يَمَانِيَةٌ، وَ أَجِدُ نَفْسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ))---

[المعجم الاوسط للطبرانی، جلد۵، صفحہ۳۳۵، حدیث نمبر۴۶۵۸]

''بے شک ایمان یمن کا ہے، حکمت یمن کی ہے اور مجھے یمن کی طرف سے تمہارے رب (ﷻ) کی خوشبو آتی ہے''---

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما سے مروی ہے، حضور ﷺ نے دعا فرمائی:

((اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ شَامِنَا، اَللّٰهُمَّ بَارِكْ لَنَا فِيْ يَمَنِنَا))---

''اے اللہ! ہمارے شام میں برکت ڈال دے، اے اللہ! ہمارے یمن کو بابرکت بنادے''---

اس پر بعض لوگوں نے نجد کے لیے دعا کی درخواست کی تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((هُنَالِكَ الزَّلَازِلُ وَ الْفِتَنُ وَ بِهَا يَخْرُجُ قَرْنُ الشَّيْطٰنِ))---

''وہاں سے زلزلے اور فتنے رونما ہوں گے اور یہاں سے شیطان کا سینگ نکلے گا''---

[تاریخ دمشق الکبیر لابن عساکر، جلد۱، صفحہ۱۰۲]

حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک مرتبہ عیینہ بن حصن فزاری نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے اہل نجد کی تعریف کرتے ہوئے انہیں بہتر لوگ قرار دیا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((كَذَبْتَ بَلْ خَيْرُ الرِّجَالِ رِجَالُ أَهْلِ الْيَمَنِ، وَ الْإِيْمَانُ يَمَانٍ))---[مسند امام احمد بن حنبل، جلد۴، صفحہ۳۸۷]

''تم غلط کہہ رہے ہو بلکہ سب سے بہتر لوگ تو اہلِ یمن ہیں، ایمان یمنی ہے''---

ایک روایت میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((انا یمان))---[مجمع الزوائد، جلد۱۰، صفحہ۴۳]

''میں یمنی ہوں''---

حضور ﷺ کا یہ ارشادِ گرامی اہل یمن کے لیے بہت بڑا اعزاز ہے۔ آپ کے اس فرمان کی ایک توجیہ یہ ہوسکتی ہے کہ عربوں کے جدِ امجد قحطان کے بیٹے کا نام یمن تھا، چوں کہ وہ حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے تھے، اس نسبی تعلق کی بنا پر حضور ﷺ نے خود کو یمنی کہا--- مزید براں یہ کہ حضور ﷺ نے اہل یمن کے اخلاق و اطوار کو پسندیدہ قرار دیتے ہوئے فرمایا کہ ''میں بھی یمنی ہوں''---

حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ارشاد فرمایا:

((الإيمانُ يمانٍ، وَهُمْ مِنّي و إليَّ، و إنْ بعُد منهم المربع، و يُوشك أن يأتوكم أنصاراً و أعواناً، فآمركم بهم خيراً))---

[مجمع الزوائد، جلد۱۰، صفحہ۵۵]

''ایمان یمنی ہے اور اہلِ یمن مجھ سے ہیں۔ وہ اپنی رہائش کے اعتبار سے کتنے ہی دور کیوں نہ ہوں، ان کا رخ میری طرف ہے۔ وہ وقت قریب ہے کہ جب اہل یمن تمہارے مددگار بن کر آئیں گے، میں تمہیں ان کے ساتھ بھلائی کا حکم دیتا ہوں''---

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ اہل یمن کا وفد حضور ﷺ کی خدمت اقدس میں

حاضر ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا:

((أَتَاكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ هُمْ أَلْيَنُ قُلُوبًا وَأَرَقُّ أَفْئِدَةً الْإِيمَانُ يَمَانٍ وَالْحِكْمَةُ يَمَانِيَةٌ رَأْسُ الْكُفْرِ قِبَلَ الْمَشْرِقِ))---

[صحیح مسلم کتاب الایمان، باب تفاضل اهل الایمان و رجحان اهل یمن فیه، حدیث ۹۰]

''تمہارے پاس یمن کے لوگ آتے ہیں، جن کے دل بہت نرم اور رقت والے ہیں---ایمان یمن کا ہے اور حکمت یمنی ہے---کفر کا گڑھ (مدینہ کے) مشرق میں ہے''---

واضح رہے کہ مدینہ منورہ کے مشرق میں صوبہ نجد ہے، جسے حضور ﷺ نے کفر کا گڑھ قرار دیا---ایک اور حدیث میں فرمایا:

حیث یطلع قرنا الشیطٰن---[مصدر سابق، حدیث ۸۱]

''اس جگہ سے شیطان کے دو سینگ نکلیں گے''---

اس سے مراد ایسے دو شخص ہیں جن سے زبردست گمراہی پھیلنی تھی--- چناں چہ نجد سے پہلی صدی ہجری میں جھوٹے مدعی نبوت مسیلمہ کذاب کا ظہور ہوا، جب کہ بارہویں صدی ہجری میں محمد بن عبدالوہاب نجدی کا ظہور ہوا---

حضرت جبیر بن مطعم رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں، حضور ﷺ نے فرمایا:

((يَطْلُعُ عَلَيْكُمْ أَهْلُ الْيَمَنِ كَأَنَّهُمُ السَّحَابُ، هُمْ خِيَارُ مَنْ فِي الْأَرْضِ))---

''تمہارے پاس اہل یمن بادلوں کی طرح آئیں گے، وہ سارے اہل زمین سے بہتر ہیں''---

ایک انصاری صحابی نے پوچھا یا رسول اللہ! کیا ہم سے بھی؟ آپ نے جواب نہ دیا، دوسری مرتبہ پھر یہی سوال کیا، تو آپ خاموش رہے، تیسری بار پوچھنے پر آپ نے آہستہ سے فرمایا:

((الا انتم))---''سوائے تمہارے''---

[مسند امام احمد بن حنبل، جلد ۴، صفحہ ۸۴]

محبِّ رسول ﷺ حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا تعلق بھی یمن سے ہے، جنہیں حضور ﷺ نے ''خیر التابعین'' کے لقب سے معزز فرمایا---

حضور ﷺ کی اس دنیا میں تشریف آوری سے سیکڑوں برس پہلے آپ کی محبت کے اسیر تبع اوّل حمیری کا تعلق بھی یمن سے تھا، جنہوں نے کتب سماویہ کے علماء سے حضور ﷺ کا ذکر خیر سن کر شہر محبت نگر مدینہ منورہ کی بنیاد رکھی اور چار سو علماء کے لیے رہائش گاہیں اور حضور ﷺ کے لیے دو منزلہ مکان تعمیر کرایا--- نیز حضور ﷺ کے نام عریضہ تحریر کیا، جو نسل در نسل اہل مدینہ کے ہاں محفوظ رہا--- جب حضور ﷺ ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف آور ہوئے، تب یہ خط حضرت سیدنا ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ کے پاس تھا--- آپ نے وہ خط اپنے غلام ابو لیلیٰ کو دے کر مکہ مکرمہ بھجوایا اور ساتھ ہی ہجرت کر کے مدینہ منورہ تشریف لانے کی دعوت پیش کی--- حضور ﷺ نے پہلے سے کسی تعارف کے بغیر خود ہی فرمایا، تم ابو لیلیٰ ہو اور تبع حمیری کا خط لے کر آئے ہو؟---اس پر ابو لیلیٰ ششدر رہ گئے---خط پڑھ کر حضور ﷺ نے اظہار مسرت فرمایا---

قرآن کریم میں بیان کیے گئے بعض عبرت خیز اور ایمان افروز واقعات کا تعلق بھی

یمن سے ہے، مثلاً قوم ہود کا تذکرہ ہو یا حضرت سیدنا سلیمان علیہ السلام کا اپنے دربار میں ملکہ سبا کے تخت منگوانے کا واقعہ---سبھی کا تعلق یمن ہی سے تھا---

غرض یمن ایک قدیم ملک ہے، جس کا تذکرہ زبان رسالت مآب پر بارہا آیا---اہل یمن کو دعوت اسلام دینے کے لیے بھی خصوصی انداز اختیار کیا گیا، جس میں حضور ﷺ کے معجزے کا اظہار بھی ہوتا ہے---آپ ﷺ نے حضرت سیدنا علی مرتضٰی رضی اللہ عنہ کو تبلیغ اسلام کے لیے یمن روانہ کیا، حضرت علی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، حضور! وہاں کے لوگ مشرک ہیں اور میری ان سے جان پہچان بھی نہیں ہے---تو آپ ﷺ نے فرمایا، میری ناقہ پر سوار ہو جایئے، جب تم یمن کے قریب گھاٹی پر چڑھو اور لوگ تمہارے استقبال کے لیے جمع ہو جائیں، تو تم نے بلند آواز سے کہنا ہے:

یَا حَجَرُ یا مَدَرُ رَسولُ اللّٰہ ﷺ یقرءُ عَلیکمُ السَّلامَ---

''پتھرو، مٹی کے ڈھیلو، رسول اللہ ﷺ تمہیں سلام فرماتے ہیں''---

حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ جب یمن پہنچے اور لوگ استقبال کے لیے اکٹھے ہو گئے تو آپ نے حضور ﷺ کے حکم کی تعمیل بجالاتے ہوئے بلند آواز سے درج بالا کلمات کہے:

فَارْتَجَّتِ الْاَرْضُ وَ قَالُوْا عَلٰی رَسولِ اللّٰہِ صَلی اللّٰہُ عَلیہ وَ سَلَّمَ السَّلَامُ---[جامع مسانید امام اعظم، جلد۱، صفحہ۱۳۰، مرتبہ علامہ خوارزمی]

''زمین گونج اٹھی، پتھروں اور ڈھیلوں نے جواب دیا:

''اللہ کے رسول پر سلام''---

احادیث میں بیان کیے گئے فضائل اگرچہ محدثین کی توجیہ کے مطابق عہد نبوی کے اہل یمن کے ساتھ مخصوص ہیں، تاہم ان اعلٰی اوصاف کی جھلک کسی نہ کسی رنگ میں

اب بھی وہاں کے لوگوں میں موجود ہے---

یمن کی تاریخی، روحانی اور علمی حیثیت کے پیش نظر اہل ایمان کو یمن سے گونہ محبت ہے---عزیزم مولانا محمد نعیم اللہ نوری حفظہ اللہ کو جب یمن کے دینی ادارے ''دارالمصطفٰی'' میں شروع ہونے والے دورۂ تصوف میں شمولیت کی دعوت ملی تو احقر نے یمن جانے کی فی الفور اجازت دے دی--- واپسی پر احباب کے اصرار اور میرے ایماء پر اپنے اس سفر کے بعض احوال رقم کیے--- جس کا بیشتر حصہ ''نورالحبیب'' میں قسط وار چھپ چکا ہے---اب یہ ''اویس قرنی کے دیس میں'' کے نام سے شائع ہو رہا ہے---

اللہ تعالٰی جل جلالہ اس کاوش کو شرف قبولیت بخشے اور عزیز القدر حفظہ اللہ کے علمی و روحانی ذوق وشوق میں روزافزوں اضافہ فرمائے---

آمین بجاہ طٰہٰ و یٰسٓ صلی اللّٰہ و سلم علیہ و علٰی آلہ و صحبہ اجمعین

محمد محبّ اللہ نوری

مدیر اعلٰی ماہنامہ نورالحبیب بصیر پور

۱۷ر جون ۲۰۰۹ء

((إِنَّ الْإِيْمَانَ يَمَانٍ وَ الْحِكْمَةَ يَمَانِيَةٌ، وَ اَجِدُ نَفْسَ رَبِّكُمْ مِنْ قِبَلِ الْيَمَنِ))---

[المعجم الاوسط للطبرانی، جلد۵، صفحہ۳۳۵، حدیث نمبر۴۶۵۸]

"بے شک ایمان یمن کا ہے، حکمت یمن کی ہے اور مجھے یمن کی طرف سے تمہارے رب (ﷻ) کی خوشبو آتی ہے"---

جمعہ ۲۷/ جون ۲۰۰۸ء، رات ۱۰:۰۰ بجے، ایمریٹس (Emirates) ائیر لائن کا طیارہ EK-603 کراچی ایئر پورٹ سے دبئی کے لیے روانہ ہوا۔ طیارہ ڈیڑھ گھنٹا کی پرواز کے بعد دبئی انٹرنیشنل ایئر پورٹ پر لینڈ کر گیا۔ ساڑھے سات گھنٹے کے طویل قیام کے بعد اگلے دن صبح ۷:۰۰ بجے دبئی ائیر پورٹ سے ایمریٹس ائیر لائن EK-961 کا طیارہ یمن کے دار الحکومت صنعاء کی طرف روانہ ہوا اور پونے دو گھنٹا بعد صنعاء لینڈ کر گیا۔

یہ ہفتہ کا دن تھا، تیز دھوپ تھی اور موسم "مری" کی طرح ٹھنڈا اور خوش گوار تھا۔

صنعاء یمن کا دار الحکومت ہے، یمن اسلامی ملک ہے، ملک کی اکثریت اہل سنت و

جماعت سے تعلق رکھتی ہے، یہاں فقہ شافعی رواج پذیر ہے۔ یمن کی کرنسی ریال ہے اوران دنوں ۱۰۰ ڈالر کے 19970 ریال ملتے ہیں۔ مہنگائی پاکستان کی نسبتاً کم ہے اور اشیاء اتنی زیادہ مہنگی نہیں ہیں۔ پورے ملک میں خواتین برقع اوڑھ کر باہر نکلتی ہیں اور نقاب پہنتی ہیں۔ یمن، صنعاء اور عدن جیسے بڑے شہروں میں بعض خواتین چہرہ ننگا رکھتی ہیں۔ مغربی تہذیب کے زیراثر عام خواتین خصوصاً یونی ورسٹی کی طالبات برقع کے نیچے جینز اور شرٹ پہنتی ہیں، مقامی لباس کم ہی پہنا جاتا ہے۔ گھروں میں عموماً اتنا مختصر لباس پہنا جاتا ہے جو ہمارے ہاں سخت معیوب سمجھا جاتا ہے۔ یمن کے بہت سے علاقے سخت گرم جب کہ بعض سرسبز اور ٹھنڈے ہیں۔ لوگ دوسرے ممالک سے آنے والوں کو عزت دیتے ہیں، خصوصاً پاکستانیوں کا بہت زیادہ احترام کیا جاتا ہے۔ چھوٹی داڑھی کی بیماری دیگر عرب ممالک کی طرح یہاں بھی عام ہے اور اکثر علماء کی داڑھیاں بھی خفیف ہیں۔ بڑی داڑھی والے کو عموماً شک کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے کہ کہیں یہ وہابی تو نہیں۔

نماز کا اہتمام نسبتاً زیادہ ہے، عام لوگ بھی نماز کے لیے مسجد میں بکثرت حاضر ہوتے ہیں۔ مساجد میں اذکار و اوراد بھی مروّج ہیں۔ خاص طور پر تریم میں تو بچوں کو اوراد و اذکار زبانی یاد ہوتے ہیں۔

ناشتہ اور رات کے کھانے میں عموماً لوگ لوبیہ (فول) کھاتے ہیں اور دوپہر کو چاول، روسٹ وغیرہ کھایا جاتا ہے۔ ہوٹلز میں صبح، دوپہر اور رات کو بڑی روٹی بھی دستیاب ہوتی ہے، جس پر ہلکا سا گھی اور کلونجی کا چھٹا لگایا ہوتا ہے۔ ہلکی مرچ استعمال کی جاتی ہے۔ ان کے ہاں پکا ہوا مرغی کا سالن دیکھنے کے قابل بھی نہیں ہوتا، کچے شوربہ میں ڈبکیاں کھاتی ہوئی سری سمیت سالم مرغی، اچھے خاصے موڈ کو خراب کر دیتی ہے۔

ہر علاقہ کا مخصوص کلچر ہوتا ہے، ہمارے ہاں صوبہ سرحد اور میاں والی کے لوگ ہمہ وقت بدبودار نسوار منہ میں ڈالے رکھتے ہیں، اسی طرح یہاں کے اکثر لوگ ہر وقت ''گھات'' کھاتے رہتے ہیں۔ تمباکو کی طرح ہرے بھرے بدبودار پتے مسلسل منہ میں ڈال کر چباتے رہتے ہیں، خواہ دیہاتی ہوں یا شہری، عام لوگ ہوں یا علماء، ان کے بقول گھات کھانے سے دماغ روشن اور چست رہتا ہے مگر ہم اس چستی اور روشنی سے دور بہتر--- یہاں چائے، قہوہ، دودھ پتی سب چلتا ہے۔ پان بھی کھایا جاتا ہے مگر خالی پتہ اور سپاری پر مشتمل پان تھما دیا جاتا ہے، جسے لوگ شوق سے کھا جاتے ہیں مگر ہمارے ہاں کے پان کے کیا کہنے۔

ہفتہ کے دن ہوٹل میں قیام کیا اور اگلے دن دوپہر دو بجے حضرموت کے شہر تریم کے لیے بذریعہ بس روانہ ہوئے۔ یاد رہے کہ یمن میں بس کے شیڈول صباحاً، مساءً ہیں، یعنی 5:00 بجے صبح یا 2:00 بجے ظہر اور 5:00 بجے شام، جب کہ ہمارے ہاں تو عموماً ہر گھنٹا بس سروس کی سہولت ہوتی ہے۔

صنعاء سے تریم کی مسافت ۹ رگھنٹا ہے، راستے میں مختلف چیک پوسٹوں پر غیر ملکیوں کے پاسپورٹ، جب کہ مقامی لوگوں کے شناختی کارڈ سختی سے چیک کیے جاتے ہیں۔ دیگر عرب ممالک کی طرح یمن میں بھی مقامی باشندوں پر ہر وقت شناختی کارڈ رکھنا ضروری ہوتا ہے۔

صنعاء سے تریم کی جانب تقریباً ۴ رگھنٹے کے فاصلے پر ایک شہر بلقیس مآرب آتا ہے، جو خصوصاً غیر ملکی سیاحوں کے لیے حساس علاقہ ہے۔ یہاں اثنی عشریہ شیعہ کافی تعداد میں رہائش پذیر ہیں اور حکومت کے خلاف فتنہ فساد کی فضا پائی جاتی ہے، اس لیے تریم سے

صنعاء جانا ہو یا صنعاء سے تریم آنا ہو، سخت تلاشی کے مراحل سے گزرنا پڑتا ہے، خصوصاً مقامی لوگوں کو، لیکن ہم پاکستانیوں کو ہر جگہ قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا تھا۔ رات 11:00 بجے ''سیئون'' پہنچ گئے۔سیئون قدیم شہر ہے، اس میں ائیر پورٹ بھی ہے اور اس میں چار پانچ منزلہ کچی عمارات بکثرت ہیں۔

حضر موت کے علاقے میں جتنے بھی شہر ہیں، ان میں مکان اسی طرح ہی تعمیر کیے جاتے ہیں کہ باہر سے عمارت پکی ہوتی ہے جس پر گارے کا لیپ چڑھا ہوتا ہے، جب کہ اندر سے مکان چونا وغیرہ سے پلستر ہوتے ہیں، جس کی وجہ سے گرمی کی شدت میں اچھی خاصی کمی ہو جاتی ہے۔

سیئون سے بذریعہ ٹیکسی سوا گیارہ بجے رات ہم تریم پہنچ گئے، جہاں مدرسہ ''دارالمصطفیٰ'' میں دورۃ التصوف کا آغاز ہونے والا تھا۔

تریم

تریم ---حضر موت کا شہر ہے، جو ملجأ العلم والعلماء ہے۔اس شہر میں سیکڑوں علماء، فضلاء اور مشائخ مدفون ہیں۔آج بھی تریم ہزاروں تشنگان علم کو سیراب کر رہا ہے، فقہ شافعی کی عمدہ تدریس بھی تریم میں ہی میسر ہے، کتنے ہی فقہاء تریم کی سرزمین پر فقہ شافعی کی اشاعت میں مصروف ہیں۔سادگی اور ملن ساری علماء تریم کے روشن چہروں سے عیاں ہے۔

''تریم'' پہاڑوں کے درمیان گھرا ہوا شہر ہے، حضر موت کے علاقہ میں جتنے بھی شہر آتے ہیں، تقریباً سب ہی خشک، مٹیالے پہاڑوں سے گھرے ہوئے ہیں۔کہا جاتا ہے کہ ان علاقوں میں بسنے والی اقوام پر سیلاب کی صورت میں عذاب الٰہی نازل ہوا تھا، جس کے کیچڑ سے یہ پہاڑ وجود میں آئے۔موسم گرما میں درجہ حرارت 45 سے 50 ڈگری تک ہوتا ہے۔ان شہروں میں خشک گرمی پڑتی ہے، موسم سرما کی طرح سخت گرمی میں بھی ہونٹ پھٹ جاتے ہیں، اس لیے روزانہ رات کو ہاتھ، پاؤں اور چہرے پر ویزلین لگانا پڑتی ہے۔خشک گرمی کے باعث پسینہ نہیں آتا۔زمین سے نکلنے والا پانی بھی گرم ہوتا ہے، اس لیے دن ہو یا رات، اچھے خاصے گرم پانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے،

جس سے وضو یا غسل خاصے مجاہدے کا کام ہے۔

29/جون، دوپہر 2 بجے صنعاء سے سیئون بذریعہ بس روانہ ہوئے اور رات 11/بجے "سیئون" پہنچ گئے۔ "سیئون" نسبتاً بڑا شہر ہے، اس میں ائیر پورٹ بھی ہے، دارالحکومت صنعاء کے لیے روزانہ ایک پرواز جاتی ہے اور دورہ تصوف کے اختتام کے موقع پر دن میں دو پروازیں جاتی ہیں۔

بس سے اترنے کے بعد ٹیکسی پکڑی اور آدھ گھنٹے میں تریم پہنچ گئے۔ رات محترم علامہ محمد انیس قادری کے ہاں قیام کیا۔

موصوف کراچی کے رہنے والے ہیں، ویزا سے داخلہ تک کا سارا انتظام انہوں نے احسن انداز سے کیا۔ نہایت ہی شفیق اور محتمل مزاج ہیں، پاکستان سے آنے والے طلباء کا حتی الامکان بہت زیادہ خیال رکھتے ہیں۔ ایئر پورٹ سے دارالمصطفیٰ تک ساتھ ساتھ رہے۔ صنعاء کے ٹھنڈے موسم سے نکل کر تریم کی فضا میں سانس لیتے ہی گرمی کی حدت کا کچھ اندازہ ہو گیا۔ اگرچہ آدھی رات بیت چکی تھی مگر ہلکی گرم لو اپنے وجود کا احساس دلا رہی تھی۔ گھر پہنچ کر عشاء کی نماز ادا کی، کھانا کھایا اور سو گئے۔

کمرہ ایئر کنڈیشنڈ تھا، اس لیے خوب نیند آئی۔ نماز فجر گھر میں ادا کی اور اس کے بعد کچھ دیر آرام کیا، 9 بجے ناشتے سے فارغ ہو کر پیدل ہی دارالمصطفیٰ روانہ ہوئے، کیوں کہ ان کا گھر ادارہ کے قریب ہی تھا۔ گھر کے ایئر کنڈیشنڈ ہونے کی وجہ سے موسم کا صحیح اندازہ نہ تھا، لیکن جوں ہی گھر سے باہر قدم رکھا تو تیز دھوپ اور گرم لو چل رہی تھی۔ یوں لگا جیسے دن کے 9 نہیں بلکہ 2 بجے ہوں، جیسے تیسے جلدی جلدی دارالمصطفیٰ پہنچ گئے۔

دارالمصطفیٰ

دارالمصطفیٰ یمن کا مشہور تعلیمی ادارہ ہے۔ تقریباً 13 سال پہلے اس کا قیام عمل میں لایا گیا تھا۔ تھوڑے سے عرصہ میں اس کی شہرت یمن کے کونہ کونہ میں پھیل گئی۔ اس ادارہ کے بانی اور پرنسپل علامہ عمر بن محمد بن سالم بن حفیظ ہیں۔

علامہ عمر بن محمد بن سالم بن حفیظ

آپ کے جد اعلیٰ فضیلۃ الشیخ ابوبکر بن سالم بلند پایہ عالم دین تھے، ان کے لکھے ہوئے درود تاج کا ایک ایک جملہ محبتِ مصطفیٰ سے مملو ہے۔ اللہ تعالیٰ نے "درود تاج" کو قبولیت عامہ نصیب فرمائی ہے۔

علامہ عمر بن محمد بن سالم نے بچپن میں قرآن مجید حفظ کرنے کے بعد علوم شرعیہ کی تحصیل کے لیے متعدد علماء سے کسب فیض کیا۔ موصوف درمیانے قد، سفید مسکراتے چہرے اور وجیہ شخصیت کے حامل ہیں۔ پہلی ملاقات میں ہی ہر ایک کو اپنا گرویدہ بنا لیتے ہیں۔

موصوف فن خطابت میں یکتا ہیں، جوشیلے انداز میں دلائل سے بھرپور خطاب کرتے ہیں۔ تصوف پر گہری نظر رکھتے ہیں اور ہر سال دورہ میں تصوف کی قدیم کتب میں سے کسی نہ کسی کتاب کا درس دیتے ہیں۔ پچھلے سال عوارف المعارف، جب کہ اس سال ابوعبداللہ الحارث بن اسد المحاسبی (۲۴۳ھ) کی کتاب ''آداب النفوس'' کا درس دیا۔ موصوف شب و روز دعوت الی اللہ میں مصروف ہیں۔ چوبیس گھنٹے میں شاید ہی چار، پانچ گھنٹے آرام کرتے ہوں گے۔ قوت حافظہ کا یہ عالم ہے کہ اوراد و وظائف زبانی یاد ہیں اور خطاب کرتے ہوئے بیسیوں آیات واحادیث اور اقوال صوفیہ کا حوالہ دیتے ہیں۔

مدرسہ میں داخل ہونے کے بعد ضروری مراحل سے گزرنا پڑا، وہاں ہمارے ہاں کے اکثر مدارس کی طرح بے ترتیب نظام نہ تھا، بلکہ انتظامی شعبہ کسی اچھی یونی ورسٹی کی طرح انتہائی مظبوط و مربوط تھا۔ داخلہ فارم سے کمرہ کے حصول تک متعدد مراحل سے گزرنا پڑا اور تقریباً دو گھنٹے کے بعد بالآخر اپنے سامان کے ساتھ مقررہ کمرہ میں داخل ہوئے۔ دارالمصطفیٰ سہولیات کے اعتبار سے یمن کے اوّل درجہ کا دارالعلوم ہے۔ خوب صورت ہوادار بلڈنگ، عالی شان بڑی مسجد اور وسیع گراؤنڈ سے آراستہ ہے۔ ہاسٹل کا ہر کمرہ ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ ہاسٹل کے ہر بلاک کے کمروں کا سائز ایک ہی طرح کا ہے۔ مسجد بھی مکمل ایئر کنڈیشنڈ ہے۔ مسجد کی لمبائی اور چوڑائی تقریباً 80×100 فٹ ہوگی۔ مسجد میں تقریباً 75 پنکھے، 150 ٹیوب لائٹ اور 18 ایئر کنڈیشن ہیں۔ مسجد ڈبل سٹوری ہے اور ساؤنڈ سسٹم اور آڈیو ویڈیو کی مکمل سہولیات سے آراستہ ہے۔ ادارہ کا اپنا ایف ایم (F.M) ریڈیو ہے۔ اوراد و اذکار ہوں یا اذان وصلوٰۃ، درس قرآن ہو یا درس تصوف، ہر پروگرام (Live) نشر ہوتا ہے۔

دورۂ تصوف

دارالمصطفیٰ میں ہر سال دورہ تصوف رجب سے شعبان کے پہلے ہفتے تک جاری رہتا ہے۔ اس سال (2008ء) 14/واں دورۂ تصوف منعقد ہوا۔ یکم جولائی 2008ء، بروز منگل، دورۂ تصوف کا آغاز ہوا۔ اس دورہ میں دنیا کے مختلف ممالک سے سیکڑوں طلباء آتے ہیں، زیادہ تر طلباء کا تعلق ملائیشیا سے ہوتا ہے۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ ملائیشیا میں اسلام کی اشاعت یمن کے علماء نے کی۔ یہی وجہ ہے کہ نام ور علماء کے ہاں کئی ایک ملائیشین نوجوان بطور خدمت کئی کئی سال ڈیوٹی دیتے ہیں۔ گھر کے کام کاج سے ڈرائیونگ تک کا سارا انتظام بخوبی فی سبیل اللہ سر انجام دیتے ہیں۔

ہمارے کمرے میں 12 طالب علم تھے، جن میں ہم دو (میں اور علامہ بخت منیر جن کا تعلق سوات سے تھا) پاکستان سے، ایک مصر، دو حبشہ سے اور باقی ملائیشیا سے تھے۔ دورہ کے آغاز کے موقع پر ہر طالب علم کو دلیل المشارك (ڈائری) دی گئی،

جس میں دورہ کے معمولات، اسباق اور شب و روز کی مصروفیات تفصیلاً درج تھیں۔

چالیس روزہ دورۂ تصوف کے معمولات

- اذانِ فجر سے ایک گھنٹا پہلے بیداری

بیداری کے لیے ہر بلاک کا ایک نگران مقرر تھا، جو اذانِ فجر سے ایک گھنٹا پہلے چکر لگاتے ہوئے یوں پکارتا تھا:

لا إله إلّا الله محمد رسول الله ﷺ صلٰوۃ، صلٰوۃ، صلٰوۃ---

ہر بلاک میں باتھ اور وضو خانے کی سہولت میسر تھی، جس کی وجہ سے طلباء کو کافی سہولت تھی۔ اسی طرح ہر بلاک کی سیڑھی پر گیٹ لگا ہوا تھا، جب تمام طلباء کمروں سے مسجد کی طرف روانہ ہو جاتے تو اس بلاک کا نگران ہر کمرے کی تفتیش کرتا کہ کوئی طالب علم سویا ہوا تو نہیں اور پھر گیٹ کو تالہ لگا دیا جاتا۔ ادارہ کا یہ سسٹم اتنا عمدہ ہے کہ بغیر مار پیٹ کے طلباء کو بخوبی سدھارا جا سکتا ہے۔ جب ادارہ کے مین گیٹ پر چوکی دار کا پہرا ہو، کمروں میں جانے کا رستہ نہ ہو تو نماز سے غفلت برتنے والوں کے لیے بھی سوائے مسجد جانے کے اور کیا چارہ ہے۔ اس سسٹم کو دیکھ کر بے ساختہ میری زبان پر زمانہ طالب علمی میں یاد کیا ہوا شعر یاد آ گیا:

إذا لم يكن إلّا الأسنة مركب

فما حيلة المضطر إلّا ركوبها

''جب نیزوں کی نوک کے علاوہ سواری نہ ہو تو مجبور آدمی کے لیے

اس پر سوار ہونے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں''---

عملی تزکیۂ نفس کا کیا ہی اچھا طریقہ ہے۔ کاش ہمارے مدارس میں بھی اس طرح کے

ہاسٹل ہوں، جن کو تالہ لگ سکے اور طلباء کے لیے سوائے پڑھنے کے اور کوئی چارہ نہ رہے۔

وضو کے بعد تمام طلباء مسجد میں چلے جاتے ہیں اور تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد امام نووی کے اذکار پڑھے جاتے ہیں اور یہ سلسلہ اذکار اذانِ فجر تک جاری رہتا ہے۔ مسجد میں اذکار کی کتب وافر مقدار میں موجود ہوتی ہیں، اس کے علاوہ ایک طالب علم کی ڈیوٹی بھی ہوتی ہے کہ وہ (F.M) ایف ایم ریڈیو کے ذریعے اذکار کو نشر کرے، اکثر طلباء ہم آواز ہو کر اسی کے ساتھ ساتھ اوراد پڑھتے ہیں۔ اس کے بعد فجر کی اذان ہوتی ہے۔

اذان کے بعد دعا اور اس کے بعد صلوٰۃ و سلام پڑھا جاتا ہے۔ چوں کہ یمن میں شافعی مذہب رائج ہے، اسی لیے ہر نماز اوّل وقت میں ادا کی جاتی ہے۔ فجر کی سنتیں ادا کرنے کے بعد اقامت تک پھر اذکار پڑھے جاتے ہیں، اس کے بعد تکبیر ہوتی ہے، تکبیر سے پہلے یہ الفاظ کہے جاتے ہیں:

الحمد لله رب العلمين اللّٰهم صل علىٰ سيدنا محمد و علىٰ آل سيدنا محمد و رضى الله تعالىٰ عن أصحاب رسول الله أجمعين---

فجر کی نماز اکثر الشیخ حبیب عمر خود پڑھاتے تھے، سادہ مگر تجوید کے قواعد کے مطابق قراءت کرتے تھے۔ یمن میں عموماً نمازوں میں بہت زیادہ تصنع سے قراءت نہیں کی جاتی، جیسا کہ ہمارے ہاں قراءت میں غلو کیا جاتا ہے۔ سادہ سی قراءت ہوتی ہے، جس میں الفاظ کی ادائیگی قواعد کے مطابق ہوتی ہے۔

بعد نماز فجر اذکار و معمولات

نماز کے بعد مکبر بلند آواز سے یوں پکارتا ہے:

الفاتحة إلى حضرة النبی ﷺ---

خاموشی سے دعا ہوتی ہے،اس کے بعد پھر صدا دیتا ہے:

الفاتحة إلى حضرة النبی ﷺ---

اس کے بعد پھر کہتا ہے:

الفاتحة إلى جمیع المؤمنین و المؤمنات---

اسی طرح ہر نماز کے بعد دو مرتبہ نبی کریم ﷺ کی بارگاہ اقدس میں فاتحہ کا نذرانہ پیش کیا جاتا ہے اور ایک مرتبہ تمام مومنین کو فاتحہ کا ہدیہ دیا جاتا ہے۔اہل یمن کے ایصال ثواب کا طریقہ کتنا عمدہ ہے!

نماز کے بعد امام مسجد کھڑے ہو جاتے ہیں اور پہلی صف والے ترتیب سے ان سے مصافحہ کرتے ہوئے ان کے ساتھ کھڑے ہو جاتے ہیں، پھر جو بھی مصافحہ کرتا ہے، وہ سب سے مصافحہ کرتا ہوا ایک دوسرے کے ساتھ کھڑا ہوتا جاتا ہے،اسی طرح پوری مسجد امام صاحب سمیت تمام نمازیوں سے مصافحہ کرتے ہیں اور جہاں جگہ ملے (خواہ پہلی صف ہو یا دوسری یا تیسری) کھڑے ہوتے جاتے ہیں،اس عمل میں تقریباً بیس پچیس منٹ لگ جاتے ہیں،اس دوران اذکار مابعد صلوٰۃ الفجر جاری رہتے ہیں۔

واضح رہے کہ یمن میں مصافحہ کا بہت رواج ہے۔ایک حدیث مبارک سے پتا چلتا ہے کہ مصافحہ کا طریقہ سب سے پہلے اہل یمن نے ہی شروع کیا تھا۔

[سنن ابی داؤد، کتاب الادب، باب المصافحة]

نماز فجر کے بعد اوراد و وظائف سے فارغ ہوتے ہی مسجد میں مختلف حلقوں کی صورت میں طلباء حفظ القرآن کرتے،ادارہ کی طرف سے ہر حلقہ کے لیے ایک معلم

مقرر ہے۔حلقہ میں شریک طلباء سے روزانہ قرآن کریم کا مخصوص حصہ زبانی سنا جاتا، مثلاً سورۃ الضحٰی، جن طلباء کو یاد ہو، وہ باری باری یہی سورت زبانی سناتے، اگلے دن سورۃ ألم نشرح، کبھی دو دو تین تین سورتیں بھی سنائی جاتی۔جب اشراق کا وقت شروع ہو جاتا تو طلباء نوافلِ اشراق ادا کرتے، تب ہاسٹل کے گیٹ کھول دیے جاتے تاکہ طلباء طویل دورانیہ پر مشتمل عبادات و اعمال سے فارغ ہونے کے بعد تین گھنٹے آرام کرلیں۔

اجنبی دیس، سخت موسم، آب و ہوا کی تبدیلی، نیا ماحول، سخت شیڈول اور مختلف ممالک کے طلباء کے باہمی اختلاط اور رہن سہن کے باعث، اکثر طلبہ ابتدائی پانچ چھ دن تھکاوٹ، نیند، گلے کی انفیکشن اور بخار سے دوچار رہے، لیکن ایک ہفتہ بعد مخصوص ماحول کی اچھی خاصی عادت پڑ گئی، بلکہ اس میں راحت محسوس ہونے لگی۔

ناشتہ

آرام کرنے کے بعد دوبارہ ڈیوٹی پر مقرر طلباء ندائیں دے کر طلباء کو ناشتہ کے لیے بیدار کرتے، ناشتہ میں فول (لوبیہ) کے سالن کے ساتھ ''خُبُز'' دی جاتی، جو ہمارے ہاں برگر میں استعمال ہونے والی ڈبل روٹی کی طرح ہوتی ہے۔عرب اسی طرح کی ڈبل روٹی کو ''خبز'' کہتے ہیں۔وہاں ہوٹلوں میں صبح دس بجے سے ظہر تک ہمارے ہاں کی طرح گھی والی بڑی تنوری روٹی ملتی ہے، جس پر کلونجی کا چھٹا لگا ہوا ہوتا ہے، اس کا ذائقہ تقریباً ویسا ہی ہوتا ہے جیسا ہمارے ہاں کی تنوری روٹی کا ہوتا ہے۔ عرب بھی اس کو ''روتی'' بولتے ہیں۔جب کہ ظہر سے مغرب تک وہی ''خبز'' کھانے کو ملتی ہے، البتہ رات کے کھانے میں اکثر ہوٹلوں پر نسبتاً چھوٹی تنوری روٹی

مل جاتی ہے۔ بریانی تو دوپہر کو ہی دستیاب ہوتی ہے، ناشتہ اور رات کے کھانے میں اس کا رواج نہیں۔

ادارہ میں ناشتہ اور کھانے کے لیے کچن سے متصل ایک بڑا ہال ہے، جس میں داخل ہونے کے لیے پانچ فٹ چوڑی اور بارہ فٹ لمبی گلی ہے، جس کے ایک جانب وضوخانہ کی طرح ٹوٹیاں لگی ہوئی ہیں تا کہ طلباء ہاتھ دھو کر ہال میں داخل ہوں۔ گلی کے سامنے ۱۲رفٹ چوڑا صحن ہے اور صحن کی دوسری طرف طلباء کے لیے مکمل سہولیات سے آراستہ کینٹین ہے، وہیں صحن کے ایک جانب گلی کے آغاز میں ہی ٹھنڈے پانی کی ٹوٹیاں بھی موجود ہیں، تا کہ طلباء ٹھنڈی پانی کی بوتلیں بھر سکیں۔

ہال میں 3×3 کے گول دسترخوان وافر مقدار میں موجود ہوتے ہیں، ایک دسترخوان پر آٹھ طالب علم کھانا کھا سکتے ہیں۔ جب تک کسی دسترخوان پر آٹھ طلباء جمع نہ ہو جائیں، کھانا نہیں دیا جاتا۔ مطلوبہ تعداد پوری ہونے پر کچن کی کھڑکی پر مقرر ملازم اس دسترخوان پر کھانا پہنچا دیتا۔ ہال کی دیواروں پر کھانے کے آداب کے متعلق احادیث چارٹ کی صورت میں آویزاں ہیں۔ دسترخوان پر کھانا لگا دیے جانے کے بعد فوراً کھانا شروع نہ کیا جاتا بلکہ دسترخوان پر موجود طلباء میں سے سب سے بڑی عمر والے طالب علم کو کھانا شروع کرنے کی درخواست کی جاتی، چناں چہ اس کے لقمہ سے کھانے کا آغاز ہوتا۔ اسی طرح اگر کوئی دوران کھانا دسترخوان سے اٹھنا چاہتا ہے تو سب سے اجازت لے کر اٹھتا۔ وہاں کھانے کے آداب اور دیگر معاملات سکھائے نہیں جاتے، بلکہ طلباء دیکھا دیکھی خود بخود خاص ماحول کے عادی ہو جاتے۔ جب کسی بھی ادارہ کا مجموعی ماحول منظم صورت میں ہو تو نیا طالب علم خود بخود مخصوص ماحول میں ڈھل جاتا ہے

اور قواعد وضوابط کا عادی ہو جاتا ہے۔

تعلیم و تدریس

ناشتہ کے بعد صبح دس بجے سے گیارہ بجے تک ہفتہ کے چار دن فقہ پڑھائی جاتی تھی، اس درس فقہ میں ''کتاب المقدمة الحضرمية'' کے ''بـــاب صلاة الجمعة'' سے دروس کا آغاز ہوا، جب کہ دو دن مختلف موضوعات پر بحث مباحثہ ہوتا تھا۔ گیارہ سے پونے بارہ بجے دوپہر تک، ہفتہ کے تین دن حدیث کا درس دیا جاتا تھا، جس میں کتاب ''مختصر رياض الصالحين، فتح القريب المجيب'' اور ''نور الإيمان'' کا درس دیا جاتا تھا۔ اتوار کو اس پیریڈ میں خطابت کا طریقہ سکھایا جاتا تھا اور جمعرات کو ضابطہ حیات پر بحث مباحثہ ہوتا تھا، جب کہ منگل کے دن طلباء کو ادارہ کی بسوں کے ذریعے شہر کی مختلف قدیم مساجد اور مقامات دکھانے کے لیے لے جایا جاتا تھا۔

نماز ظہر

ان دنوں 12:05 منٹ پر زوال ہو جاتا تھا، چوں کہ حضرت امام شافعی ؒ کے مقلدین اوّل وقت میں نماز ادا کرتے ہیں، اس لیے زوال کے ساتھ ہی اذان ظہر کہی جاتی تھی۔ سنتوں کی ادائیگی اور ذکر اذکار کے بعد نماز ظہر ادا کی جاتی، یاد رہے کہ عموماً الشیخ عمر حبیب نماز پڑھاتے تھے، ان کی عدم موجودگی میں وہاں کے اساتذہ میں سے کوئی ایک امامت کے فرائض سرانجام دیتا تھا۔ عربوں کے ہاں چوں کہ بالعموم چھوٹی داڑھی کی وبا عام ہے، فقہ حنفی میں مشت سے کم داڑھی والا فاسق ہوتا ہے، جو منصب امامت کے لیے ہرگز موزوں نہیں۔ جماعت کی فضیلت حاصل کرنے اور اس کی مخالفت سے بچنے کے لیے میں ظہر کی نماز با جماعت ادا کر کے احتیاطاً اس کا اعادہ کر لیتا تھا۔

نمازظہر کے متصل بعد دس منٹ کے لیے کسی نہ کسی طالب علم کو خطاب کا موقع دیا جاتا اور اسے پہلے سے آگاہ کر دیا جاتا تھا۔ خطاب کے بعد دعا ہوتی، پھر بقیہ سنتیں اور نوافل ادا کیے جاتے تھے۔ نماز ظہر کے بعد ہر کمرہ کے افراد مسجد میں حلقات کی صورت میں قرآن خوانی کرتے، روزانہ ایک پارہ تلاوت کیا جاتا، جس کا طریقہ یہ تھا کہ ایک طالب علم پہلا صفحہ تلاوت کرتا، اگلا طالب علم دوسرا صفحہ تلاوت کرتا، اسی ترتیب سے ایک پارہ تقریباً بیس پچیس منٹ میں ختم ہو جاتا، اس کے بعد دعا مانگی جاتی اور پھر دوپہر کا کھانا شروع ہو جاتا ہے۔

ظہرانہ

دوپہر میں روزانہ بڑے تھال میں پلاؤ دیا جاتا، جس کے وسط میں بھنی ہوئی مچھلی کے تین چار ٹکڑے اور کبھی سالم مرغ روسٹ رکھا ہوا ہوتا، جس پر تیز مرچ مصالحے والی ٹماٹر کی چٹنی ڈلی ہوئی ہوتی۔ دوپہر کے کھانے میں کبھی کبھار فروٹ بھی دیا جاتا تھا، کبھی انگور، کبھی کیلا اور کبھی تازہ رطب (نیم پختہ کھجور/ ڈوکے) اور کبھی سیب۔ اکثر مچھلی کے تین چار ٹکڑے ہر تھال میں رکھے جاتے تھے، طلباء ازخود ان کو باہم تقسیم کر لیتے، بلکہ اپنا حصہ بھی دوسرے کو پیش کرنے میں خوشی محسوس کرتے۔ ایثار کا یہ جذبہ کتنا ہی بھلا لگا۔

جمعہ کے دن نماز جمعہ کے بعد شان دار بریانی دی جاتی تھی، جس میں بکرے کا گوشت ملا ہوتا تھا۔ کھانا کھانے کے بعد کچھ طلباء قیلولہ کرتے، کچھ گپ شپ لگاتے، جب کہ کچھ کینٹین کی جانب چائے بوتل کے لیے چلے جاتے تھے۔ دوپہر کے کھانے کے تقریباً سوا گھنٹے بعد اذان عصر ہو جاتی تھی، کیوں کہ شافعی مثل اوّل کے بعد نماز عصر ادا کرتے ہیں۔ اذان کے بعد طلباء مسجد میں سنتیں ادا کرتے۔

دیوان حداد کا درس

نماز عصر کے بعد ''رَوْحَة'' ہوتا ہے، جس میں اس سال (۲۰۰۸ء) امام حداد کے دیوان کا مشہور قصیدہ ''إذا شئتَ أن تحیا سعیداً'' درس تصوف کے لیے منتخب ہوا۔ روزانہ تین چار اشعار کا درس ہوتا تھا، اس قصیدہ میں عقائد اہل سنت، علم و عمل، تقویٰ و طہارت، تزکیۂ نفس اور اخلاقِ حسنہ سے مزین ہو کر زندگی گزارنے کا سبق ملتا ہے۔

امام حداد

امام حداد یمن کے مشہور عالم اور شاعر تھے، آپ کا پورا نام **الحبیب عبد اللّٰہ بن علوی بن محمد الحداد العلوی الحسینی الحضرمی التریمی** ہے۔ آپ ۱۰۴۴ھ میں پیدا ہوئے، بچپن میں قرآن کریم حفظ کرنے کے بعد علوم شرعیہ کی تحصیل میں مصروف ہو گئے۔ بچپن میں ہی آنکھوں کی بینائی چلی گئی۔ آپ نے محنت اور لگن سے علوم شرعیہ کی تکمیل کی اور اپنے زمانہ کے کبار علماء میں شمار ہوئے اور اجتہاد کے درجہ پر فائز ہوئے۔ کئی ایک کتب تالیف کیں، جن میں سے بعض کتب وہاں کے مدارس کے نصاب میں شامل ہیں۔ آپ کے دیوان کا نام ''**الدر المنظوم لذوی العقول و الفھوم**'' ہے۔

امام حداد کے اشعار توحید، اسلام، ایمان، یقین، احسان، اسرار، معارف اور علوم دقیقہ سے مزین ہیں، جن کی طرف آپ نے یوں اشارہ فرمایا:

إنّا أودعنا فیہ من الأسرار ما لم نودعہ فی غیرہ من المؤلفات---

''ہم نے اس دیوان میں بہت سے اسرار ودیعت کیے ہیں، جو ہم نے

دیگر کتب میں نہیں رکھے"---

ایک اور جگہ فرمایا:

إنَّ فی کلامنا المنظوم علومًا لا توجد فی غیرہ من الکتب و من کان عندہٗ کفاہ---

"بے شک ہمارے منظوم کلام میں بہت سے ایسے علوم ہیں جو اس کے علاوہ کتب میں نہیں پائے جاتے اور جس کے پاس یہ کلام ہوگا، اسے کفایت کرے گا"---

دیوانِ حداد تقریباً ۱۵۰ قصائد پر مشتمل ہے۔ آپ ۱۱۳۲ھ میں اس دار فانی سے رخصت ہوئے۔ تریم کے مشہور قبرستان "زنبل" میں ان کی تدفین ہوئی۔

روزانہ تین چار اشعار کا درس ہوتا، جس کا دورانیہ تقریباً پون گھنٹا ہوتا۔ درس سے پہلے پڑھے ہوئے تمام اشعار طلباء کھڑے ہو کر بیک آواز زبانی پڑھتے اور اس کے بعد درس ہوتا تھا۔ دیوان حداد کے بعد أبو عبد اللّٰہ المحاسبی کی کتاب "آداب النفوس" کا درس ہوتا۔ غالبًا پچھلے دورہ تصوف میں "عوارف المعارف" کا درس دیا گیا تھا۔

الإمام أبو عبد اللّٰہ المحاسبی

آپ کا پورا نام أبو عبد اللّٰہ الحارث بن أسد المحاسبی ہے، آپ بصرہ میں پیدا ہوئے۔ آپ وقت کے امام، عابد، زاہد، صوفی، فقیہ، متکلم، واعظ اور محدث تھے، علم وعمل اور زہد و عبادت میں یکتا تھے۔ آپ کو محاسبی کہا جاتا ہے، کیوں کہ آپ کثرت سے اپنے نفس کا محاسبہ کرتے تھے۔

آپ نے یزید بن ہارون جیسے علماء سے حدیث روایت کی اور امام شافعی سے بھی

اخذ کیا۔ ابو العباس بن مسروق، احمد بن الحسن بن عبد الجبار الصوفی، اسماعیل بن اسحاق السراج، ابو علی الحسین بن خیران اور جنید بغدادی رحمہم اللہ جیسے علماء اور صوفیہ نے آپ سے روایت کیا۔

آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں، جن کی تعداد دو سو کے لگ بھگ ہے۔

آداب النفوس، تزکیۂ نفس اور محاسبہ کے لیے بہترین کتاب ہے۔ آپ کی وفات ۲۴۳ھ میں ہوئی اور بغداد میں مدفون ہوئے۔

روزانہ "آداب النفوس" کے تین چار صفحات کا درس ہوتا تھا، جس کا دورانیہ ڈیڑھ گھنٹا ہوتا۔ طلباء صفحہ، ڈیڑھ صفحہ (موضوع کے مطابق) عبارت پڑھتے، پھر شیخ حبیب عمر اس کا درس دیتے تھے۔ رَوحَة کے اختتام پر تمام شرکاء کھڑے ہو جاتے، نعت خواں چند اشعار پڑھتا اور اس کے بعد دعا ہو جاتی۔ لوگ ایک دوسرے سے مصافحہ کرتے ہوئے مسجد سے باہر آ جاتے۔

اذان مغرب تک آدھ، پون گھنٹا فراغت ہوتی، اس دوران میں کوئی بازار کی طرف رواں دواں ہوتا تو کوئی کسی مکتبہ میں کتب دیکھنے اور خریدنے میں مشغول ہو جاتا۔ ادارہ کے صحن میں کافی گہما گہمی ہوتی، کینٹین اور P.C.O پر کافی رش ہوتا۔ فرصت کے ان لمحات میں میرا معمول یہ ہوتا کہ میں کمرے میں آ کر نماز عصر ادا کر لیتا تھا، کیوں کہ شافعی تو مثل اوّل ختم ہوتے ہی نماز عصر ادا کر لیتے تھے، جب کہ ہمارے (احناف کے) ہاں مثلِ ثانی کے بعد عصر کا وقت شروع ہوتا ہے۔ نماز سے فارغ ہو کر عموماً ادارہ کے باہر مکتبہ میں چلا جاتا اور نئی کتب سے آگاہی حاصل کرتا۔ وہاں دو تین مکتبے ہیں، جن میں عمدہ کتبِ شافعیہ دستیاب ہیں۔ ریٹ کچھ زیادہ محسوس ہوئے، لہٰذا کتب بینی پر ہی اکتفا کیا،

تاہم چند ضروری کتب مثلاً آداب النفوس، اورادووظائف، دیوان امام حداد وغیرہا خرید لیں۔ ہاں کبھی کبھار ضرورت کے تحت بازار بھی چلا جاتا۔ ادارہ کے باہر ویگن، ٹیکسی بکثرت موجود ہوتیں۔ ادارہ سے بازار جانا ہو یا بازار سے ادارہ آنا ہو، ڈیڑھ سو ریال 150/ (جوان دنوں ۵۰/روپے پاکستانی کے مساوی تھے) کرایہ لگتا تھا۔ چوں کہ بازار زیادہ دور نہیں، اس لیے کئی طلباء ٹہلتے ہوئے پیدل ہی بازار کا رخ کر لیتے۔

اصلاحی لیکچرز

نماز مغرب کے بعد مسجد میں پونے گھنٹے کا پیریڈ ہوتا تھا، جس میں درس فقہ ہوتا، جب کہ جمعرات کو بعد از نماز مغرب تا عشاء مولد (میلاد النبی ﷺ) منعقد ہوتا تھا۔ نماز عشاء کے بعد دو سنتیں ادا کرتے ہی تمام طلباء ادارہ کی عمارت کے پیچھے وسیع گراؤنڈ میں جمع ہو جاتے، تب ادارہ کے گیٹ ہر عام و خاص کے لیے کھول دیے جاتے۔ (واضح رہے کہ یہاں وتر، نماز تہجد کے ساتھ ادا کرنے کا معمول ہے)

ہفتہ کے تین دن اصلاح معاشرہ کے موضوع پر الحبیب علی الجفری لیکچر دیتے تھے، منگل اور بدھ کو شیخ حبیب عمر سیرت النبی ﷺ کا درس دیتے، جب کہ سوموار کو بازار کے وسط میں واقع بڑی مسجد کے سامنے جلسة الاثنين منعقد ہوتا تھا، جس میں شیخ حبیب عمر درس قرآن دیتے تھے۔ طلباء کو بازار لے جانے کے لیے ادارہ کی بسیں دست یاب ہوتیں۔

عشاء کے بعد لیکچرز کا دورانیہ تقریباً سوا گھنٹا ہوتا تھا، لیکچر سننے کے بعد طلباء کے لیے ہاسٹل کے مقفل گیٹ کھول دیے جاتے تھے۔ رات کے کھانا کے لیے طلباء ہال میں جمع ہو جاتے، کھانے میں سفید ابلے ہوئے چاول اور تیز ٹماٹر والی چٹنی یا خُبز اور لوبیہ کا

خوش ذائقہ سالن دست یاب ہوتا۔ جس کا جو جی چاہے، کھائے۔

کھانا کھانے کے بعد ادارہ کے صحن میں کافی رونق ہو جاتی، طلباء ٹولیوں کی صورت میں صاف ستھرے فرش پر بیٹھ جاتے۔ چائے کافی کا خوب دور چلتا ہے، کوئی مشروبات سے دل بہلاتا تو کوئی P.C.O پر اپنے "پیاروں" سے باتیں کرتا۔ غرضے کہ دن بھر کی علمی و تربیتی سرگرمیوں سے فراغت کے لمحات میں کوئی گپ شپ میں مصروف ہو جاتا اور کوئی جلدی جلدی بستر پر نیند کے مزے لینے کے لیے بے تاب ہوتا۔

یمن روانگی کے وقت ہمیں خصوصی تلقین کی گئی تھی کہ وہاں زیادہ سے زیادہ عربی بولنے کی پابندی کی جائے، اسی لیے ان قیمتی لمحات میں ہم بھی ہر ایک سے گپ لگاتے، خواہ وہ مصری ہوتا یا حبشی، ملائشین ہوتا یا وہاں کا مقامی۔ ابتدائی چھ سات دن گزرنے کے بعد زبان میں روانی آ گئی اور عربی ماحول کی کچھ ایسی عادت سی پڑ گئی کہ یمن سے واپسی تک عربی بول چال پر اچھی خاصی دسترس ہو گئی۔

محفل میلاد

جمعرات کو مولد النبی ﷺ کا انعقاد ہوا، اس موقع پر مسجد میں خوب گہما گہمی تھی۔ نماز مغرب کے وقت مسجد اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گئی۔ بخور جلا کر مسجد کو صندل کی خوشبو سے معطر کر دیا گیا۔ تلاوت ہوئی اور اس کے بعد تمام حاضرین محفل سلام کے لیے ہاتھ باندھے کھڑے ہو گئے تو یا نبی سلام علیك ، یا حبیب سلام علیك، صلوات اللّٰه علیك کی صداؤں سے مسجد گونج اٹھی۔ ہمارے ہاں تو یہی چند جملے محفل کے اختتام پر پڑھے جاتے ہیں، مگر وہاں محفل کی ابتداء میں کھڑے ہو کر پورا سلام انوکھی طرز پر بیک آواز پڑھا جاتا ہے، جو بہت بھلا لگتا ہے۔

فضا درود وسلام کے نذرانہ سے معطر ہوگئی، معمولات اہل سنت کا نظارہ دل کو باغ باغ کرگیا۔ سلام کے بعد تمام حاضرین محفل بیٹھ گئے، اس کے بعد دو تین مقررین نے میلاد النبی ﷺ کے حوالہ سے مختصر گفتگو کی، اس دوران حاضرین محفل کی تواضع چھوٹی پیالیوں میں تل اور ادرک والے قہوہ سے کی گئی۔ قہوہ بہت لذیذ تھا، خوب مزا آیا۔ آخر میں شیخ حبیب عمر نے پون گھنٹا بیسیوں حوالہ جات اور دلائل سے میلاد النبی کے موضوع کو خوب نبھایا۔ خطاب کے بعد اذان عشاء ہوئی اور نماز عشاء اور دعا کے ساتھ محفل میلاد النبی اختتام پذیر ہوئی۔ (مولد شریف کی یہ محفل ہر جمعرات کو باقاعدگی سے ہوتی ہے)

محفل میلاد النبی ﷺ سے فراغت کے بعد ہم نے ایک ریسٹورنٹ سے کھانا کھایا اور تھوڑی دیر چہل قدمی کی، پھر ادارہ میں واپس آکر سو گئے۔

ایصال ثواب

اگلے دن جمعۃ المبارک تھا، صبح معمول کے مطابق بیدار ہوئے، نماز فجر ادا کرکے زیارت قبور کے لیے طلباء کو ادارہ کی بسیں لینے آگئیں۔ کئی طلباء تو صبح کی سیر کرتے ہوئے پیدل ہی قبرستان روانہ ہوگئے۔ بازار کے قریب ہی تریم کا مشہور قبرستان ''زنبل'' ہے، جس میں دس ہزار سے زیادہ اولیاء، صلحاء، علماء اور اسی (۸۰) کے قریب اقطاب مدفون ہیں۔ مضمون کی طوالت کے پیش نظر صرف اہل یمن کے ایصال ثواب کا طریقہ بیان کرنے پر اکتفا کرتا ہوں۔ زنبل (قبرستان) میں داخل ہوتے ہی جوتے اتار دیے جاتے ہیں اور سیدنا الفقیہ المُقدّم کے مزار سے فاتحہ کی ابتدا کی جاتی ہے۔ قبر سے تھوڑا پیچھے ہٹ کر تین مرتبہ ان صیغوں کے ساتھ سلام کیا جاتا ہے:

اَلسَّلامُ عَلَيْكُمْ يا أَولياءَ اللّٰه، السلام عليكم يَا خيرةَ اللّٰه، السلام عَلَيْكُم يا صفوةَ اللّٰه، السلام عليكم و رحمةُ رَبِّنَا عليكم و مغفرةُ ربّنا عليكم و رضوانُ ربِّنا عليكم ---

پھر یوں کہا جاتا ہے:

اَلسَّلام عليكم يا أهلَ القبور و أتاكم ما تُوْعَدُوْنَ و إنّا إنْ شاء اللّٰهُ بكم لاحِقُوْن، نسألُ اللّٰهَ لكم العافيةَ، أدْخِل اللّٰهمَّ عليهم روحاً منك و سلاماً منّا، السلامُ عليكم أهلَ لا إله إلّا اللّٰهُ، مِن أهلِ لا إله إلّا اللّٰهُ، يَا لا إله إلّا اللّٰهُ، بحَقِّ لا إله إلّا اللّٰهُ، اجْعَلْنَا مِن أهلِ لا إلٰه إلّا اللّٰهُ، اللّٰهمَّ رَبَّ الأرواحِ البَاقيةِ و الأجسامِ البَاليةِ و العِظَامِ النخرةِ و الشعورِ المتمزقّةِ أدْخِل اللّٰهُمَّ عليهم روحاً منك و سلاماً منّا السلام عليكم إخْوَانَنَا مِنَ الْمُؤمنينَ وَ الْمُسْلِمِيْنَ يرحم اللّٰهُ منكم المستقدمين و المستأخرين، آنَسَ اللّٰهُ وحشتَكم و رَحِمَ غريبَكم و كَتَبَ حَسَنَاتِكم و تَجَاوَزَ عَن سَيِّئَاتِكم و جَمَعَنَا و إِيَّاكُم فى مُسْتَقَرِّ رَحْمَتِهٖ يا واسعَ المَغْفِرَةِ اغْفِرْ لَنَا و لَهُمْ ---

پھر بیٹھ کر سورۃ یٰس، سورۃ الملك، گیارہ مرتبہ قل شریف، معوّذتین، سورۃ بقرہ کا اوّل، آیۃ الکرسی اور سورۃ البقرہ کا آخر پڑھا جاتا ہے، اس کے بعد ہاتھ اٹھا کر دعا مانگی جاتی ہے۔ پہلے نبی کریم ﷺ کی روح اقدس کو ایصال ثواب کیا جاتا ہے، پھر آپ کے وسیلہ سے سیدنا ہود علیہ السلام، دیگر انبیاء و مرسلین علیہم السلام، صحابہ کرام

اور تابعین عظام رضی اللہ عنہم کی اوراح مقدسہ کو ثواب پہنچایا جاتا ہے اور اس کے بعد اپنے سلاسل کے بزرگ اور خاندان کے افراد کی ارواح کا نام لے کر ایصال ثواب کیا جاتا ہے، بلکہ اکثر لوگ مختلف اولیاء کی قبور پر ان کا شجرہ پڑھ کر ایصال ثواب کرتے ہیں۔

سیدنا الفقیہ المقدّم کے مزار پر فاتحہ کہنے کے بعد آگے بڑھتے ہوئے متعدد نامور اولیاء اور علماء کی قبور پر جا کر اسی طریقہ سے ایصال ثواب کیا جاتا ہے۔ معمولات اہل سنت کا حسین نظارہ، مخالفین کے لیے مقام غور ہے!

ہم الشیخ حبیب عمر کی معیت میں زنبل میں داخل ہوئے اور اسی طریقہ سے متعدد اولیاء کی قبور پر فاتحہ خوانی کی اور تقریباً تین گھنٹے بعد واپس دارالمصطفیٰ پہنچ گئے۔

اذان اور درود و سلام

دو اڑھائی گھنٹے آرام کر کے جمعہ کی تیاری کی اور شہر کی جامع مسجد میں نماز جمعہ ادا کی۔ وہاں خاص بات یہ تھی کہ پہلی اذان کے بعد وقفہ وقفہ سے درود پاک کے مختلف صیغے:

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا رسولَ اللّٰہ

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا حبیبَ اللّٰہ

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا نورَ اللّٰہ

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا نبیَ اللّٰہ

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا رحمۃً للعٰلمین

الصَّلوٰۃُ وَ السَّلامُ علَیکَ یا شفیعَ المذنبین

دس منٹ تک دہرائے گئے، پھر جمعہ کی سنتیں ادا کی گئیں اور پھر اذان ثانی کے بعد خطبہ اور نماز جمعہ ہوئی۔ جمعہ سے فارغ ہو کر دوپہر کا کھانا کھایا۔ تھوڑی دیر آرام کیا تو

عصر کی اذان آ گئی، پھر نماز عصر کے بعد روحۃ اور دیگر معمولات..................۔

شیخ سالم الشاطری سے ملاقات

تریم میں رہتے ہوئے بائیس دن گزر چکے تھے، ہم مختلف علاقوں سے آئے ہوئے طلباء، مقامی علماء وطلباء سے یمن کے تاریخی مقامات اور علماء کرام کے بارے میں پوچھتے رہتے تھے، یہاں سب سے پہلے حبشہ کے محمد عادل سے ملاقات ہوئی۔ محمد عادل کچھ عرصہ پاکستان مقیم رہے، بڑی صاف اردو بول لیتے ہیں، وہ مجھ سے اردو میں بات چیت کرنے کے شوقین تھے تاکہ ان کی اردو رواں ہو جائے، جب کہ میں ان سے عربی میں بات کرتا، تاکہ عربی بول چال میں روانی آ جائے۔ محمد عادل گزشتہ دو سال سے حصول تعلیم کے لیے یمن میں مقیم ہیں، انھوں نے تریم میں اپنا گھر لیا ہوا ہے، جہاں اپنے بیوی بچوں کے ساتھ رہائش پذیر ہیں۔

یہ ۲۰/جولائی کی شام تھی، مجھے ملتے ہی کہنے لگے کہ کیا تم تریم کے سب سے بڑے شیخ العلامۃ سالم الشاطری سے ملنا پسند کرو گے؟ ان کے بارے تھوڑا بہت سن رکھا تھا کہ یہ تریم کے مقامی علماء کے استاذ ہیں اور ہر اہم دینی محفل کی صدارت کرتے ہیں۔ ہم نے ان کی زیر صدارت "سَیْــــؤُن" میں ہونے والی محفل میلاد النبی ﷺ کی تقریب میں ان کی زیارت کی ہوئی تھی۔ میں نے فوراً ملاقات کی ہامی بھر لی۔ محمد عادل، شیخ سالم شاطری کے شاگرد تھے، انھوں نے میرے بارے بتایا تو شیخ نے نہایت ہی شفقت فرماتے ہوئے ملاقات کے لیے اگلے دن عصر کا وقت دے دیا۔ محمد عادل کے ماموں اور دوست بھی حبشہ سے دورۂ تصوف کے لیے آئے ہوئے تھے اور ہم سب ایک ہی کمرے میں رہتے تھے، چناں چہ طے پایا کہ ہم چاروں کل عصر کے بعد شیخ سے

ملاقات کے لیے جائیں گے۔

اگلے دن ۲۱؍جولائی کو عصر کی نماز کے بعد محمد عادل اپنی گاڑی میں ہم تینوں کو الشیخ سالم الشاطری سے ملانے ان کے گھر لے گئے۔

آپ کا پورا نام سالم بن عبد اللّٰہ بن عمر الشاطری ہے، آپ ۱۳۵۹ھ کو تریم میں پیدا ہوئے، ابتدائی تعلیم اپنے والد گرامی کے کبار تلامذہ سے حاصل کی، پھر حصول تعلیم کے لیے ۱۳۷۶ھ کو مکہ مکرمہ کا سفر کیا اور وہاں کے جید علماء کرام سے علم حاصل کیا، جن میں السید العلامة علوی بن عباس المالکی بھی شامل ہیں۔ ۱۳۸۱ھ کو حصول تعلیم کے بعد وطن واپس ہوئے، کچھ عرصہ عدن میں تدریس کی، ساتھ ساتھ دعوتی و تبلیغی سرگرمیاں بھی جاری رہیں۔ ان دنوں یمن میں اشتراکی نظام حکومت رائج تھا، جس کی زبردست مخالفت کی پاداش میں آپ کو قید و بند کی صعوبتیں برداشت کرنا پڑیں۔ آپ نے بہت سے ممالک میں دین کی تبلیغ کی۔

۱۴۱۲ھ میں اپنے بھائی السید العلامة حسن ؒ کے ساتھ مل کر اپنے شہر تریم میں رباط قائم کی اور تاحال رباط کے سرپرست اعلیٰ ہیں اور تشنگان علم کی پیاس بجھا رہے ہیں۔ موصوف کئی کتب کے مصنف بھی ہیں۔

صحیحین و دیگر کتب کی اجازت

شیخ سالم شاطری کے حوالے سے ایک اہم بات یہ ہے کہ آپ کے پاس بخاری شریف کی ''اعلیٰ سند'' ہے، جو صرف بارہ واسطوں سے امام بخاری ؒ تک پہنچتی ہے۔ اس وقت دنیا میں شاید ہی اتنی اعلیٰ سند کسی کے پاس ہو، جو اتنے کم واسطوں سے امام بخاری ؒ تک پہنچتی ہو۔ محدثین و علماء پر علو اسناد کی اہمیت مخفی نہیں، اعلیٰ وسائط کے حصول کے لیے

محدثین علمی سفر کرتے تھے۔ امام بخاری رحمہ الباری کی ''ثلاثیات'' تو علو اسناد کی عمدہ مثال ہیں۔ راستے میں محمد عادل نے بتایا کہ شیخ سند کی اجازت بہت کم دیتے ہیں اور عموماً اجازة خاصة (محدود اجازت) دیتے ہیں، اجازة عامة بہت کم عطا فرماتے ہیں۔

ہم تھوڑی دیر میں شیخ کے گھر پہنچ گئے۔ خادم نے ہمیں کمرہ میں بٹھایا، وہاں شیخ کی ذاتی بہت بڑی لائبریری بھی تھی، جس میں ہر فن کی کثیر کتب موجود تھیں۔ تھوڑی دیر بعد شیخ سالم تشریف لے آئے، ہم نے دست بوسی کی، شیخ نے نہایت محبت و شفقت سے اپنے پاس بٹھایا، اورنج جوس سے ہماری تواضع کی۔ اتنے میں مغرب کی اذان شروع ہوگئی، شیخ کی عمر تقریباً ستر سال ہو چکی ہے، جوڑوں کے درد کی وجہ سے بغیر سہارے کے چل پھر نہیں سکتے، اسی لیے گھر میں نماز ادا کرتے ہیں۔ آپ نے وہیں نماز پڑھائی۔ نماز مغرب سے فراغت کے بعد آپ نے کچھ کتب عنایت فرمائیں اور قوت حافظہ کی دعا اور چند اذکار کی اجازت بن مانگے عطا فرما دی۔ محمد عادل نے شیخ کے قریب ہو کر میرے بارے میں بتایا تو شیخ نے خادم کو مسکراتے ہوئے کچھ اشارہ فرمایا۔ تھوڑی دیر بعد خادم بخور جلا کر شیخ کے پاس حاضر ہوا، آپ نے صندل کے چند ٹکڑے ڈال دیے، پورا کمرہ خوشبو سے مہک اٹھا (یہ اہتمام احترام حدیث کے لیے تھا)۔ پھر اجازات کے اوراق ہمیں دیتے ہوئے فرمایا کہ ان پر اپنے اپنے نام لکھو، چناں چہ ہم نے اجازات پر اپنے نام لکھے۔ اس موقع پر آپ نے میری لکھائی کی تعریف بھی کی۔ پھر سب سے پہلے مجھے اپنے سامنے بٹھایا، میں دوزانو بیٹھ گیا، آپ نے نہایت ہی کرم نوازی کرتے ہوئے صحیح بخاری کی اعلیٰ سند کے علاوہ صحیح مسلم، امام نووی کی کتب اور دلائل الخیرات کی سندوں کی اجازت عامہ عطا فرمائی۔ آپ نے فرمایا کہ میں نے ان اسناد کی تمہیں

اجازت دی۔ پھر فرمایا، اب تم بھی جس اہل اور صلاحیت رکھنے والے کو مناسب سمجھو، اجازت دے سکتے ہو اور ساتھ ہی فرمایا:

قل قبلت الإجازة "کہو کہ میں نے اجازت قبول کی"---

میں نے جواباً عرض کی:

قبلت الإجازة "میں نے اجازت قبول کی"---

اس کے بعد آپ نے میری اجازات پر دستخط ثبت فرمائے اور خود ہی ان پر تاریخ رقم فرمائی، جب کہ باقی ساتھیوں کو تاریخ لکھنے کا حکم دے دیا۔ میں نے شیخ کے ہاتھوں کو بوسہ دیتے ہوئے اپنی اجازات حاصل کیں۔ پھر شیخ نے پانی کے برتن سے ایک گھونٹ پیا اور مجھے عنایت فرمایا، میں نے اس برتن سے چند گھونٹ لے کر باقی ساتھیوں کو بھی تبرک دیا۔ آخر میں شیخ نے ہمارے لیے دعا فرمائی اور ہم دست بوسی کرتے ہوئے شیخ کی بارگاہ سے "دار المصطفیٰ" لوٹ آئے۔ فللّٰه الحمد و المنة

بخاری شریف کی اعلیٰ سند

واضح رہے کہ سند بخاری میں الشیخ السید سالم بن عبد اللّٰه بن عمر الشاطری سے امام بخاری تک بارہ (۱۲) واسطے ہیں:

۱......شیخ عبد اللّٰه بن صالح بن هاشم الحبشی

۲......شیخ محمد بن هادی بن حسن السقاف

۳......شیخ عیدروس بن عمر الحبشی

۴......سید عبد الرحمٰن بن سلیمان الأهدل

۵......شیخ ابن السنة صالح الفلانی

۶......شیخ معمر احمد بن محمد العجیل الیمنی (موصوف کا ۱۴۷ سال کی عمر میں وصال ہوا)

۷......مفتی مکه شیخ معمر قطب الدین محمد بن احمد الهروی

۸......شیخ ابو الفتوح الطاووسی

۹......شیخ معمر بابا یوسف الهروی

۱۰......شیخ عبد الرحمٰن بن محمد بن یوسف الفارسی الفرغانی (وصال بعمر ۱۳۰ سال)

۱۱......شیخ أبو لقمان یحیٰی بن عمار بن مقبل بن شاهان الختلانی (وصال بعمر ۱۴۳ سال)

۱۲......شیخ حافظ أبو عبد اللّٰه محمد بن یوسف بن مطر بن صالح الفربری تلمیذ إمام المحدثین أبی عبد اللّٰه محمد بن إسمٰعیل البخاری رحمه الباری

سند مسلم میں شیخ سالم شاطری اور امام مسلم کے مابین سولہ (۱۶) واسطے ہیں، امام نووی کی جمیع کتب میں شیخ سالم شاطری اور امام نووی کے درمیان پندرہ (۱۵) واسطے ہیں، دوسری سند میں سولہ واسطے ہیں، جب کہ تیسری سند میں گیارہ واسطے ہیں۔ دلائل الخیرات کی سند میں شیخ سالم شاطری اور صاحب دلائل الخیرات کے درمیان گیارہ واسطے ہیں۔

سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار کی حاضری

قیام یمن میں تعلیمی سرگرمیوں کے ساتھ ساتھ زیارات کا سلسلہ بھی جاری رہا تھا، چناں چہ ایک روز ہم نے حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار کی زیارت کا پروگرام بنایا۔

سیدنا ہود علیہ السلام، اللہ تعالیٰ کے نبی ہیں، آپ کا سلسلہ نسب یوں ہے:

هود بن عبدالله بن رباح بن خالد بن الخلود بن عاد بن عوض بن إرم بن سام بن نوح بن لمك بن متوشلخ بن أخنوخ و هو إدريس بن يارد بن مهلائيل بن قتبان بن أنوش بن شيث بن آدم نبی الله علیہم السلام---

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد ٦٧، صفحہ ١٢١]

آپ کی والدہ ماجدہ کا نام مکعبة بنت عویلم بن سام بن نوح ہے۔

و کان نور النبی ﷺ ساطعًا فی جبین هود---

[تفسیر مظہری، جلد ٣، صفحہ ٤١٧]

"حضرت ہود علیہ السلام کی پیشانی سے حضور اکرم ﷺ کا نور چمکتا دکھائی دیتا"---

حضرت سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ تمام انبیاء کرام علیہم السلام بنی اسرائیل کی طرف مبعوث ہوئے، سوائے گیارہ انبیاء علیہم السلام کے:

① ...... حضرت سیدنا نوح علیہ السلام
② ...... حضرت سیدنا ھود علیہ السلام
③ ...... حضرت سیدنا لوط علیہ السلام
④ ...... حضرت سیدنا صالح علیہ السلام
⑤ ...... حضرت سیدنا شعیب علیہ السلام
⑥ ...... حضرت سیدنا ابراھیم علیہ السلام
⑦ ...... حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام
⑧ ...... حضرت سیدنا اسحاق علیہ السلام
⑨ ...... حضرت سیدنا یعقوب علیہ السلام
⑩ ...... حضرت سیدنا عیسیٰ علیہ السلام
⑪ ...... حضرت سیدنا ومولانا محمد ﷺ

[تاریخ دمشق، جلد ٦٧، صفحہ ١٢١]

سیدنا ہود علیہ السلام کا تعلق قبیلہ **الخلود** سے تھا، آپ بہت حسین و جمیل، وجیہ اور قوم عاد کی طرح جسیم اور لمبی داڑھی والے تھے۔ [ایضاً صفحہ ١٢٢]

آپ نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلایا۔ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿وَ اِلٰی عَادٍ اَخَاهُمْ هُوْدًا﴾---[الأعراف:٦٥]

"ہم نے قوم عاد کی طرف ان کی برادری سے ہود (علیہ السلام) کو بھیجا"---

قوم عاد بتوں کی پوجا کرتی تھی، آپ نے اپنی قوم کو فرمایا:

﴿یَا قَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَا لَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَیْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ○ قَالَ

الْمَلَأُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْ قَوْمِهٖ إِنَّا لَنَرَاكَ فِيْ سَفَاهَةٍ وَ إِنَّا لَنَظُنُّكَ مِنَ الْكَاذِبِيْنَ○ قَالَ يَا قَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّن رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ○ أُبَلِّغُكُمْ رِسَالَاتِ رَبِّيْ وَ أَنَا لَكُمْ نَاصِحٌ أَمِيْنٌ○﴾---

[الأعراف:٦٥ تا ٦٨]

''اے میری قوم! اللہ کی عبادت کرو، اس کے سوا تمہاری عبادت کا کوئی مستحق نہیں ہے، تو کیا تم نہیں ڈرتے؟ ان کی قوم کے کافر سرداروں نے کہا، بے شک ہم آپ کو حماقت میں مبتلا پاتے ہیں اور بے شک ہم آپ کو جھوٹوں میں سے گمان کرتے ہیں۔ انھوں نے کہا، اے میری قوم! مجھ میں کوئی حماقت نہیں ہے، لیکن میں رب العالمین کی طرف سے رسول ہوں۔ میں تمہیں اپنے رب کے پیغامات پہنچاتا ہوں اور میں تمہارا قابل اعتماد خیر خواہ ہوں''---

جب اللہ تعالیٰ نے آپ کو مبعوث فرمایا، اس وقت قوم عاد وادیٔ احقاف میں مقیم تھی، جیسا کہ قرآن کریم میں ہے:

﴿وَ اذْكُرْ أَخَا عَادٍ إِذْ أَنذَرَ قَوْمَهٗ بِالْأَحْقَافِ﴾---[الاحقاف:۲۱]

''اور یاد کرو عاد کے ہم قبیلہ کو جب اس نے ان کو سرزمین احقاف میں ڈرایا''---

احقاف

احقاف، حِقف کی جمع ہے، اس کے لغوی معنی ہیں، ریت کے اونچے اونچے ٹیلے۔
حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں:

''قرآن کریم میں احقاف سے مراد وہ ریگستان ہے جو عمان سے حضر موت تک پھیلا ہوا ہے، اس کا کل رقبہ تین لاکھ مربع میل بتایا جاتا ہے، اسے الربع الخالی بھی کہتے ہیں۔ بعض مقامات پر ریت اتنی باریک ہے کہ جو چیز وہاں پہنچے، اندر دھنستی چلی جاتی ہے۔ بڑے بڑے مہم جو سیاح اسے عبور کرنے کی جرأت نہیں کرتے۔ یہی وہ علاقہ ہے جہاں کسی زمانہ میں اپنے عہد کی ایک طاقت ور زبردست اور متمول قوم آباد تھی''---

[ضیاء القرآن، جلد۴، صفحہ۴۹۰]

حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کی قبر انور بھی اسی وادی احقاف میں ہے۔

قوم عاد

قوم عاد کو اپنی طاقت پر بڑا گھمنڈ تھا، ان کے قد بہت دراز تھے، چناں چہ حضرت امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر مفسرین نے لکھا ہے کہ ان کا پستہ قد شخص ساٹھ زراع (ایک زراع ڈیڑھ فٹ کا ہوتا ہے) یعنی نوے (۹۰) فٹ کا تھا، جب کہ دراز قد والا ایک سو زراع یعنی ڈیڑھ سو فٹ تھا۔[تفسیر جلالین، صفحہ۱۳۵]

امام جلال الدین محلی رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے کہ ان کے قد چار سو زراع یعنی چھ سو فٹ تھے۔

[تفسیر جلالین تحت سورۃ الفجر، صفحہ۴۹۸]

جب کہ بعض نے لکھا ہے کہ ان کے قد ساڑھے سات سو فٹ لمبے تھے۔

[تفسیر جمل، جلد۳، صفحہ۶/تفسیر صاوی، جلد۲، صفحہ۷۳]

ان کے سر بڑے گنبد کی طرح تھے، آنکھیں اتنی موٹی تھیں کہ جنگلی درندے اس کے حلقے میں اپنا گھر بنالیں۔[تفسیر روح المعانی، جلد۸، صفحہ۱۵۶]

وہ اتنے بڑے بڑے پتھر اور چٹانیں اٹھا کر ایک جگہ سے دوسری جگہ لے جاتے تھے کہ عام آدمیوں کی ایک بڑی جماعت بھی ان پتھروں کو اٹھا نہ سکے، غرض قوم عاد کو اپنی قوت پر گھمنڈ تھا۔ حضرت سیدنا ہود علیہ السلام نے انہیں سمجھایا کہ اللہ کو ایک مانو، اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ اور لوگوں پر ظلم وستم نہ کرو۔ قوم نے انکار کیا اور آپ کی تکذیب کی اور طاقت کے نشے میں اتراتے ہوئے بولے۔ ہم سے بڑھ کر کون طاقت ور ہوسکتا ہے؟

﴿وَ قَالُوْا مَنْ اَشَدُّ مِنَّا قُوَّةً﴾---[فصّلت:۱۵]

آپ نے انہیں تقویٰ کی نصیحت کی اور ان کو اللہ تعالیٰ کا انعام یاد دلایا کہ کس طرح اللہ تعالیٰ نے انہیں قوم نوح کی تباہی کے بعد عزت عطا کی:

﴿وَ اذْكُرُوْٓا اِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَآءَ مِنْۢ بَعْدِ قَوْمِ نُوْحٍ وَّ زَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْۜطَةً فَاذْكُرُوْٓا اٰلَآءَ اللّٰهِ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ﴾---[الأعراف:٦٩]

’’اور یاد کرو جب اس نے تمہیں قوم نوح کا جانشین کیا اور تمہارے بدن کا پھیلاؤ بڑھایا، تو اللہ کی نعمتیں یاد کرو تاکہ تمہارا بھلا ہو‘‘---

یحییٰ بن یعلی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آپ کی قوم نے جب بت پرستی ترک نہ کی تو آپ علیہ السلام نے انھیں فرمایا:

میں تمہاری طرف مبعوث ہوا ہوں، تم اللہ سے ڈرو اور اس کی اطاعت کرو، کیوں کہ اللہ کی اطاعت کرنے والا اپنے لیے اطاعت کے بسبب رضا پائے گا اور اللہ کا نافرمان اپنے لیے نافرمانی کے بسبب ناراضگی پائے گا۔ یقیناً تم زمین والے ہو اور زمین، آسمان کی محتاج ہے، پس تم اللہ کی اطاعت کرو، تاکہ تمہاری زندگیاں خوش گوار ہوجائیں

اور تاکہ تم محفوظ ہوجاؤ اور یقیناً کشادہ زمین اللہ کی ناراضگی کے باعث تنگ ہوجاتی ہے۔

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد ٦٧، صفحہ ١٢٣]

عذاب الٰھی

ضحاک سے روایت ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان سے تین سال تک بارش روک دی۔

[مرجع سابق]

حضرت عبداللہ بن جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کسی قوم کو عذاب دیتا ہے تو ان سے بارش روک لیتا ہے۔[مرجع سابق]

چناں چہ آپ کی قوم تین سال تک قحط اور خشک سالی میں مبتلا رہی۔ ان ایام میں بھی بدقسمت قوم نے توبہ نہ کی۔ آپ نے سمجھایا:

﴿وَ يٰقَوْمِ اسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ يُرْسِلِ السَّمَآءَ عَلَيْكُمْ مِّدْرَارًا وَّ يَزِدْكُمْ قُوَّةً اِلٰى قُوَّتِكُمْ وَ لَا تَتَوَلَّوْا مُجْرِمِيْنَ﴾---[هود:۵۲]

’’اور اے میری قوم! اپنے رب سے معافی چاہو، پھر اس کی طرف رجوع کرو، تم پر زور کا پانی بھیجے گا اور تم میں جتنی قوت ہے اس سے اور زیادہ دے گا اور جرم کرتے ہوئے روگردانی نہ کرو‘‘---

اس دور میں رواج یہ تھا کہ جب کوئی مصیبت آپڑتی تو بلاتفریق مذہب، لوگ کعبۃ اللہ کے پاس حاضر ہوکر دعا مانگتے تھے، چناں چہ قوم عاد نے ستر (٧٠) افراد پر مشتمل ایک وفد مکہ مکرمہ روانہ کیا۔

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ قوم عاد کے یہ افراد مکہ آئے اور کوہ صفا پر چڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجات کا سوال کیا، پھر کوہ مروہ پر التجائیں کیں

اور کہا، اے ہود کے رب! ہم کسی مریض کی تن درستی کی التجا لے کر نہیں آئے اور نہ کسی قیدی کو قید سے چھڑانے کے لیے آئے ہیں، اگر ہود (علیہ السلام) سچا ہے تو ہمیں سیراب کر دے، کیوں کہ ہم سب ہلاک اور برباد ہو گئے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ﷻ نے سفید، سرخ اور سیاہ رنگ کے تین بادل بھیجے، آسمان سے ندا آئی کہ کسی ایک بادل کو اختیار کر لو، بولے، سفید بادل تو خالی ہوتا ہے اور سرخ بادل میں بھی چند چھینٹے ہوتے ہیں، ہاں! کالا بادل خوب برستا ہے۔ چناں چہ قوم عاد نے کالا بادل پسند کر لیا، ندا آئی کہ تم نے جھلسانے والی گرم راکھ پسند کر لی۔ جب اللہ تعالیٰ نے قوم کو عذاب دینے کا ارادہ فرمایا تو ہوا پر مامور فرشتوں کو حکم دیا کہ ہوا کا منہ انگوٹھی کے حلقہ کی مقدار کھول دو اور سیدنا ہود علیہ السلام کو حکم دیا کہ تم قوم سے جدا ہو جاؤ۔ چناں چہ آپ اپنے ماننے والوں کو لے کر دور چلے گئے اور اپنے اردگرد دائرہ کھینچ دیا، آندھی اس حصار کے اندر داخل نہ ہوئی۔ قوم عاد نے امڈتا ہوا بادل دیکھا تو کہنے لگے، بہت برسنے والی گھٹا آئی ہے، اب سب ندی نالے بھر جائیں گے اور خوش حالی آ جائے گی، لیکن یہ بڑے زور کی آندھی تھی، جو سات راتیں اور آٹھ دن مسلسل چلتی رہی۔ اس کی شدت کا یہ عالم تھا کہ آدمی، درخت اور جانور تنکوں کی مانند اڑتے پھرتے تھے۔ یہ آندھی ہر چیز کو اکھاڑ کر پھینک رہی تھی اور ہر چیز کو تباہ کر رہی تھی اور سوائے کھنڈرات کے کچھ دکھائی نہیں دیتا تھا۔

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد ۶۷، صفحہ ۱۲۳]

قرآن کریم میں اس عذاب کا متعدد مقامات پر ذکر ہے، یہاں صرف ایک حوالہ پیش کیا جا رہا ہے، اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿وَ أَمَّا عَادٌ فَأُهْلِكُوا بِرِيحٍ صَرْصَرٍ عَاتِيَةٍ ۝ سَخَّرَهَا عَلَيْهِمْ سَبْعَ

لَيَالٍ وَ ثَمَانِيَةَ أَيَّامٍ حُسُومًا فَتَرَى الْقَوْمَ فِيهَا صَرْعَىٰ كَأَنَّهُمْ أَعْجَازُ نَخْلٍ خَاوِيَةٍ ۝ فَهَلْ تَرَىٰ لَهُمْ مِنْ بَاقِيَةٍ ۝﴾---[الحاقة:۶ تا ۸]

''اور رہے قوم عاد کے لوگ، تو وہ ایک سخت گرجتی ہوئی نہایت تیز آندھی سے ہلاک کیے گئے۔ اللہ تعالیٰ نے اس آندھی کو متواتر سات راتوں اور آٹھ دنوں تک ان پر مسلط کر دیا تھا۔ سو (اے مخاطب! اگر) تو اس وقت وہاں موجود ہوتا تو اس قوم کو دیکھتا، گویا وہ گری کھجوروں کے تنے (پڑے) ہیں۔ تو کیا تو ان میں سے کسی کو باقی دیکھتا ہے؟''---

عذاب الٰہی کی گرفت میں آ کر جب وہ سب لوگ ہلاک ہو گئے تو ہواؤں نے انھیں اڑا کر سمندر میں پھینک دیا اور ایک بھی باقی نہ رہا''---

[خزائن العرفان]

اللہ تعالیٰ نے سب سے پہلے قوم نوح، پھر عاد اور پھر ثمود کو عذاب دیا، ان اقوام نے سب سے پہلے رسولوں کی تکذیب کی۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا:

﴿كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوحٍ وَ عَادٌ وَ ثَمُودُ﴾---[الحج:۴۲]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ کے سامنے انبیائے کرام علیہم السلام کا تذکرہ ہوا، جب حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کا ذکر ہوا تو آپ نے فرمایا:

ذَاكَ خَلِيلُ اللهِ ''وہ اللہ کے خلیل ہیں''---

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد ۶۷، صفحہ ۱۲۳]

حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے مروی ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

یرحمنا اللہ و أخا عاد---

"اللہ ہم پر اور عاد کے ہم قوم ہود پر رحم فرمائے"---[مرجع سابق]

حضرت ابیّ بن کعب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی انبیاء کا ذکر کرتے تو اپنی ذات سے ابتداء کرتے اور یوں فرماتے:

رحمة اللّٰه علینا و علیٰ هود و صالح---[مرجع سابق]

عمر

حضرت سیدنا ہود علیہ السلام، حضرت سیدنا نوح علیہ السلام سے آٹھ سو سال بعد تشریف لائے اور ۴۶۴ برس کی عمر میں اس دار فانی سے رحلت فرما کر حیات جاودانی حاصل کی۔

[تفسیر صاوی، جلد۲، صفحہ۷۲]

مزار مبارک

حضرت اسحاق بن عبداللہ بن ابی فروۃ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ انبیائے کرام علیہم السلام میں سے کسی کی قبر معلوم نہیں ہے، سوائے تین کے۔ حضرت سیدنا اسماعیل علیہ السلام، ان کی قبر میزاب رحمت کے نیچے ہے، حضرت سیدنا ہود علیہ السلام، ان کی قبر یمن کے ریت کے ٹیلوں اور پہاڑوں میں سے ایک پہاڑ کے دامن میں ہے اور حضرت سیدنا نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم۔

[تاریخ دمشق الکبیر، جلد۶۷، صفحہ۱۲۸]

بغوی کہتے ہیں کہ حضرت سیدنا علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الکریم سے مروی ہے:

إنّ قبر هود بحضرموت---

[تفسیر معالم التنزیل و تفسیر خازن، جلد۲، صفحہ۲۰۷]

"ہود (علیہ السلام) کی قبر حضرموت میں ہے"---

سید ابوالاعلیٰ مودودی لکھتے ہیں:

"حضرموت میں ایک مقام ہے، جہاں لوگوں نے حضرت ہود (علیہ السلام) کا مزار بنا رکھا ہے اور وہ قبر ہود کے نام ہی سے مشہور ہے۔ ہر سال ۱۵ر شعبان کو وہاں عرس ہوتا ہے اور عرب کے مختلف حصوں سے ہزاروں آدمی وہاں جمع ہوتے ہیں۔ یہ قبر اگرچہ تاریخی طور پر ثابت نہیں ہے (بہت سی روایات سے احقاف میں آپ کی قبر کا ثبوت ملتا ہے [نعیم]) لیکن اس کا وہاں بنایا جانا اور جنوبی عرب کے لوگوں کا کثرت سے اس کی طرف رجوع کرنا، کم از کم اس بات کا ثبوت ضرور ہے کہ مقامی روایات اسی علاقے کو قوم عاد کا علاقہ قرار دیتی ہیں"---[تفہیم القرآن، جلد۴، صفحہ۶۱۵]

سید مودودی کے اقتباس سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ صرف پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ عالم عرب میں بھی اہل اللہ کا عرس منانے کا قدیمی معمول ہے۔

حاضری کا پروگرام

محمد ناصر نامی ایک پاکستانی، جو بیس سال سے اپنے بیوی، بچوں سمیت لندن میں رہ رہا تھا، دو ہفتے کے لیے دورۂ تصوف میں شرکت کے لیے یمن آیا۔ ہم نے پاکستانی ہونے کے ناتے اپنے کمرہ میں اس کی رہائش کا بندوبست کر دیا۔ وہ دورہ کے دوران مختلف مزارات کی زیارت کرنا چاہتا تھا، چناں چہ ایک دن ہم نے سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار کی حاضری کا مشترکہ پروگرام بنایا۔ U.K کے ایک دوست (جو نصف سال سے تریم میں قیام پذیر تھے اور کئی بار دورہ میں شرکت کر چکے تھے) نے اس سفر مقدس کا بندوبست کیا اور ایک شام بتایا کہ ہم کل صبح روانہ ہو رہے ہیں۔ چناں چہ ہم (پانچ پاکستانی، ایک مصری، محمد ناصر اور U.K والا دوست) آٹھ افراد، زیارت سیدنا ہود علیہ السلام کے لیے

تیار ہوئے۔اس نے خاص تاکید کی کہ مزار کے اردگرد دور دور تک کوئی آبادی نہیں اور نہ ہی کوئی Mobile Network کام کرتا ہے، صرف زیارت کے ایام میں عارضی بازار لگتے ہیں، اس لیے کھانے کا بندوبست یہیں سے کرنا ہوگا۔ چناں چہ میں نے رات کو کینٹین سے بسکٹ، چاکلیٹ اور پانی (Mineral Water) کی وافر بوتلیں خرید لیں تاکہ دورانِ سفر پریشانی نہ ہو۔ اذانِ فجر سے پہلے غسل کیا اور تیار ہو کر اپنے بیگ ساتھ لیے، کیوں کہ نماز فجر کے بعد ہاسٹل کے گیٹ مقفل ہوتے ہیں اور مطلوبہ آدمی کو تلاش کر کے گیٹ کھلوانا پڑتا ہے، اسی لیے سامان سفر ساتھ لیتے ہوئے نماز فجر کے لیے مسجد میں آ گئے۔ نماز فجر کے بعد تھوڑی دیر ویگن کا انتظار کیا۔ پندرہ، بیس منٹ بعد ویگن آ گئی اور ہم سب سوار ہو کر سفر مقدس کی طرف روانہ ہو گئے۔

صبح کا سہانا منظر تھا، سورج کی ٹکیہ نمودار ہو رہی تھی، ہلکی ہلکی خوش گوار ہوا چل رہی تھی اور ہم باہم گفتگو کرتے ہوئے منزل کی طرف رواں دواں تھے۔

سیدنا ہود علیہ السلام کا عرس

اہلِ یمن ہر سال شعبان کے دوسرے ہفتے سیدنا ہود علیہ السلام کا عرس مناتے ہیں۔ رجب کا چاند نکلتے ہی مختلف اجتماعات اور محافل میں زیارت سیدنا ہود علیہ السلام کے حوالے سے مفصل خطابات اور حاضری کی ترغیب دلائی جاتی ہے، اختتام محفل پر شعراء عمدہ اشعار کے ذریعے زیارت کا شوق دلاتے ہیں۔ جیسا کہ الشیخ عبدالرحمٰن بن الشیخ علی نے اپنے ایک قصیدہ میں فرمایا:

هود النبي المرسل

في وادي الأحقاف خبره صحيح

سر زره واحذر تكسل

و اطلب مرادك منه حول الضريح

اور ایک قصیدہ میں یوں فرمایا:

طوبى لمن ذا الرسول

يعطيه مولاه كل سول

شعبان کی آمد پر جوش و خروش اپنی انتہا کو پہنچ جاتا ہے، یہ غالباً یکم یا دو شعبان کی رات تھی، شہر کے وسط میں جلسة الاثنين (میلاد شریف) منعقد تھا، جس میں الشیخ حبیب عمر بن محمد بن سالم نے درس قرآن دیا، اس کے بعد حاضرین محفل تین ٹولیوں میں بٹ کر گول دائرہ بناتے ہوئے کھڑے ہو گئے۔ ہم اس عجیب منظر سے ناآشنا تھے، لہٰذا احتیاطاً تھوڑا ہٹ کر ان کا مشاہدہ کرنے لگے۔ اسٹیج پر ایک مقامی شاعر اپنے مخصوص انداز میں اشعار کہنے لگا۔ دوران اشعار جب اس نے یہ کہا:

يا غافل اذكر الله   و قل لا إله إلا الله

تو پہلی ٹولی نے ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر تقریباً رکوع تک جھک کر اوپر اٹھتے ہوئے بلند آواز سے یوں پکارا:

هود   يا هود   يا هود نبي

پھر دوسری ٹولی نے اسی انداز میں پکارا:

هود   يا هود   يا هود نبي

پھر تیسری ٹولی نے اسی انداز میں پکارا:

هود   يا هود   يا هود نبي

دوران اشعار کئی مرتبہ خوشی اور مسرت کے یہ مناظر دیکھنے کو ملے۔ دعا کے بعد طلباء اور حاضرین محفل نے زنبل (مشہور قبرستان) تک کا سفر پیدل طے کیا۔ بارہ بارہ افراد ہاتھوں میں ہاتھ ڈال کر سیدھی صف میں تیز تیز چلتے ہوئے اچانک رک کر اپنے ہاتھوں کو فضا میں بلند کرتے ہوئے پکارتے:

ھود　　یا ھود　　یا ھود نبی

زیارت ہود کے لیے جشن و مسرت کا کتنا ہی حسین نظارا ہے!

اسی طرح تین شعبان کا دن تھا، نماز عصر کے بعد لوگ سرخ لباس پہنے ہوئے، سروں پر خوب صورت پگڑیاں باندھے ہوئے، ہاتھوں میں رنگے ہوئے دو دو ڈنڈے لیے جمع ہو گئے اور آمنے سامنے ''لُڈّی'' کے انداز میں دوسرے ساتھی کے ڈنڈوں سے ڈنڈے ٹکراتے ہوتے جشن منانے لگے اور اذان مغرب تک شہر میں یہی سلسلہ جاری رہا، جب کہ ہم ان مناظر سے لطف اندوز ہونے کے ساتھ ساتھ پاکستان واپسی کی تیاریوں میں مصروف تھے۔

اہل تریم سات، آٹھ شعبان کو زنبل میں **سیدنا الفقیہ المقدم** اور دیگر اولیائے کرام کے مزارات پر فاتحہ خوانی کرتے ہوئے عرس میں شرکت کے لیے وادئ احقاف روانہ ہوتے ہیں۔

وادئ احقاف کا سفر

ہم صبح سویرے سفر مقدس کی طرف روانہ ہوئے۔ تریم سے وادئ احقاف تقریباً دو گھنٹے کے فاصلہ پر ہے، سارا علاقہ خشک پہاڑوں سے گھرا ہوا ہے، پہاڑوں کے دامن میں چھوٹے چھوٹے میدان، ہرے بھرے کھیتوں سے لہلہا رہے ہیں، کھجوروں کے باغات بکثرت ہیں، پختہ، چوڑی، عمدہ سڑک ہے، اگر چہ بعض میدان صحرا کا منظر پیش کرتے ہیں۔

وادئ احقاف کے نقشے کا عکس

صاحب درود تاج

وادیٔ احقاف کے راستے میں ایک گاؤں آتا ہے، جس کے قبرستان میں متعدد اولیائے کرام مدفون ہیں، صاحب درود تاج الشیخ ابوبکر بن سالم رحمۃ اللہ علیہ کا مزار بھی یہیں ہے، جن کا مقبول بارگاہ رسالت درود بلاد اسلامیہ، بالخصوص یمن، ہندوستان اور پاکستان میں زبان زد خاص وعام ہے۔ ہم نے مزارات پر حاضری دی اور فاتحہ خوانی کی، پھر ایک دوکان سے مشروبات لیے اور تھوڑی دیر وہاں قیام کیا۔ ابھی دن کے ساڑھے آٹھ بجے تھے، دھوپ بہت زیادہ تیز تھی، محسوس ہوتا تھا جیسے دوپہر کے بارہ بجے ہوں۔ دوبارہ سفر پر روانہ ہوئے اور آدھے گھنٹے میں وادیٔ احقاف پہنچ گئے۔

آداب حاضری

سیدنا ہود علیہ السلام کا مزار کافی بلندی پر ہے، وادی میں ایک نہر بہہ رہی ہے، مزار پر جانے سے پہلے اس میں غسل کرنا، سنت علماء واولیاء ہے۔ سیکڑوں سال سے اس نہر میں ہزاروں علماء، صلحاء اور اولیائے کرام غسل کرتے چلے آرہے ہیں اور باطنی صفائی کے حصول کے لیے ظاہری صفائی کا اہتمام کرتے ہیں۔ نہر کے تھوڑا اوپر ایک میدان نما مسجد ہے، وہاں دو رکعت نفل پڑھ کر مزار شریف کی طرف جایا جاتا ہے۔ ہم نے بھی اولیاء وعلماء کی سنت پر عمل کرتے ہوئے نہر میں نہانے کا پروگرام بنایا۔ نہر میں نہانے کا میرا یہ پہلا تجربہ تھا، کچھ خوف بھی تھا، لیکن دیکھا دیکھی میں نے بھی ڈرتے ڈرتے سخت گرم موسم میں ٹھنڈے ٹھنڈے پانی میں قدم رکھ دیا اور آہستہ آہستہ نہر کے وسط تک آ گیا۔ پانی میرے کندھوں کو چھو رہا تھا، باقی حضرات نے تو خوب تیراکی کی اور کافی آگے تک گئے، لیکن مجھے تو تھوڑی دیر میں ہی ٹھنڈ لگنے لگی، چناں چہ واپس کنارے کو ہولیا اور کنارے پر بیٹھ کر لطف اندوز ہونے پر اکتفا کیا۔ اس کے بعد

دو رکعت نفل ادا کیے اور پیدل اوپر چڑھائی شروع کر دی۔

مزار کے قریب ایک کنواں ہے، جواب خشک ہو چکا ہے، اسے بئر تسلیم کہا جاتا ہے، یہاں انبیاء ومرسلین اور اولیائے کرام کی فاتحہ خوانی کی جاتی ہے۔ اس کا تاریخی پس منظر تو معلوم نہ ہو سکا، کیوں کہ وہاں کوئی معلوماتی کتبہ بھی نہ تھا اور نہ ہی کوئی بتانے والا۔ ہم نے بھی وہاں فاتحہ خوانی کی، مزار کی سیڑھیوں کے پاس ہی ایک بہت بڑی چٹان فضا میں معلق ہے، جس کا ایک سرا زمین میں گڑا ہوا ہے، اسے ''ناقہ'' کہا جاتا ہے، کیوں کہ اس کی شکل اونٹ کی کوہان کی طرح ہے۔ اس کے سائے میں علماء کرام ایام عرس میں وعظ کرتے ہیں۔ مزار کے اردگرد ہر طرف حد نگاہ تک عمارتیں ہی عمارتیں بنی ہوئی ہیں، یہ عمارتیں مختلف قبائل اور علماء نے ایام عرس کے لیے بنوائیں ہیں، تاکہ زیارت کے موسم میں ان عمارتوں میں رہائش کی جائے۔

روضہ مبارکہ

سیدنا ہود علیہ السلام کا روضہ مبارکہ چونے اور مٹی کی آمیزش سے تیار کردہ گارے سے بنا ہوا ہے، جس کی وجہ سے مزار کا صحن سخت ترین دھوپ کے باوجود بالکل ٹھنڈا تھا۔ آپ کی قبر انور اندازاً چالیس، پچاس فٹ لمبی ہوگی، لیکن چھتا ہوا حصہ صرف چھ، سات فٹ ہی ہے۔ قبر کی اونچائی تقریباً آٹھ، ساڑھے آٹھ فٹ ہے۔ چھتا ہوا حصہ گنبد نما اور سفید ہے، جس پر چونے کا لیپ چڑھا ہوا ہے۔

ہم اللہ کے خلیل حضرت سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار پر حاضر ہوئے، قرآن خوانی کی، فاتحہ خوانی کی اور اس کے بعد تھوڑی دیر نعت خوانی کی اور تقریباً ڈیڑھ گھنٹا بعد اختتامی دعا مانگتے ہوئے مزار حضرت سیدنا ہود علیہ السلام سے الوداع ہوئے۔

جامع المحضار کی زیارت

تریم مساجد کا شہر کہلاتا ہے، اس میں تقریباً ۳۶۰ رمساجد تھیں، لیکن اب ۱۶۰ رمساجد رہ گئیں ہیں، ان مساجد میں سے ایک جامع مسجد کا نام ''جامع المحضار'' ہے، جو تقریباً ۶۰۰ سال پرانی ہے۔ ایک دن ہم بھی ۱۲:۳۰ بجے دوپہر جامع المحضار کی زیارت کے لیے روانہ ہوئے، تریم کے بازار کے قریب ہی جامع المحضار واقع ہے، یہ مسجد مربع شکل کی ہے، جس کا ہر کونہ برابر ہے، اسے مٹی اور چونے کی آمیزش سے تیار کیا گیا ہے، یہی وجہ ہے کہ سخت گرمی اور تپش کے باوجود اس کا صحن ٹھنڈا رہتا ہے۔ مسجد کی چھت لکڑی سے تیار کی گئی ہے، مسجد کا منارہ ۱۷۵ رمیٹر ہے، اس مسجد کو عمر المحضار بن عبد الرحمٰن السقاف نے تعمیر کروایا تھا۔

عمر المحضار

عمر المحضار بن عبد الرحمٰن السقاف تریم میں پیدا ہوئے۔ بچپن میں قرآن کریم حفظ کیا اور فقہ کی تعلیم مقامی علماء سے حاصل کی اور اکابر اولیاء کی صحبت سے فیض یاب ہوئے۔ طلب علم کے لیے یمن کے متعدد شہروں اور حرمین شریفین کا رخ کیا۔ آپ سریع الحفظ تھے، بہت زیادہ مجاہدہ اور عبادت کرنے والے تھے، آپ ۸۳۳ھ کو ظہر کی نماز میں بحالت سجدہ وفات پا گئے اور تریم کے قبرستان زنبل میں مدفون ہوئے۔

یاد رہے، ان کی صاحبزادی السیدۃ عائشۃ، السید ابو بکر العدنی بن عبد اللہ العیدروس بن ابی بکر بن عبد الرحمٰن السقاف کی والدہ ہیں۔

ہم نے مسجد کی زیارت کی اور تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کیے، اس کے بعد نماز ظہر ادا کی اور اسلاف کی ارواح بالخصوص عمر المحضار اور ان کے والد عبد الرحمٰن السقاف کے لیے فاتحہ خوانی کی اور واپس لوٹے۔

محفل میلاد

۱۳ ررجب کا دن تھا، اعلان کر دیا گیا کہ آج نماز ظہر کے بعد محفل میلاد کے لیے سیئون روانگی ہے۔ اکثر طلباء ایام بیض کا نفلی روزہ رکھے ہوئے تھے۔ یاد رہے کہ وہاں اسلامی روایات کا بہت ہی خاص اہتمام کیا جاتا ہے۔ دار المصطفیٰ میں پڑھائی سے زیادہ تزکیۂ نفس پر خصوصی توجہ دی جاتی ہے۔ سفر ہو یا حضر، دن ہو یا رات، ان کے معمولات یومیہ میں فرق نہیں آتا۔ حتیٰ کہ سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار پر بھی ایک ہفتہ قیام کے دوران اذان فجر سے قبل بیداری سے لے کر رات عشاء کے بعد والے دروس تک کے معمولات جاری رہتے ہیں۔ مقامی طلباء بتانے لگے کہ یہاں رمضان المبارک کے معمولات تو اس سے بھی زیادہ کڑے ہیں۔ کھجور، پانی سے افطاری کے بعد صلوٰۃ اوّابین جماعت کے ساتھ ادا کی جاتی ہے۔ ان نوافل میں بھی ختم قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ عشاء کی نماز کے بعد تراویح اور پھر صلوٰۃ اللیل میں بھی ختم قرآن کا اہتمام کیا جاتا ہے۔ پھر نماز فجر سے ڈیڑھ، دو گھنٹا

تک کے معمولات اسی طرح جاری رہتے ہیں، اللہ تعالیٰ ﷻ معمولات اہل سنت کو جاری رکھنے کی توفیق عطا فرمائے۔

چناں چہ ادارہ کی بسیں ہمیں لینے کے لیے ادارہ کے گیٹ پر آ گئیں، ہم بھی ایک بس پر سوار ہو گئے، موسم انتہائی شدید تھا، بس کی سیٹیں دھوپ میں کھڑا رہنے کے باعث بہت گرم ہو چکی تھیں، بس کا ایئر کنڈیشنڈ مکمل طور پر ناکام ہو چکا تھا، لہٰذا کھڑکیاں کھول کر گرم لو کے مزے لیتے ہوئے سیئون کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً پون گھنٹے کا سفر گپ شپ کرتے ہوئے گزر گیا اور ہم محفل میلاد النبی میں حاضر ہو گئے۔

محفل کی ابتدا میں مخصوص طرز پر لا إله إلّا الله، لا إله إلّا الله کی وقفے وقفے سے صدائیں دی گئیں۔ حاضرین محفل کو پیاس کی شدت سے بچانے کے لیے ہاتھوں میں ٹھنڈے پانی کے گلاس لیے منتظمین پنڈال میں پھر رہے تھے، لیکن ہم تو روزے سے تھے۔ اچانک تیز ہوا چلنے لگی، صاف آسمان پر بادل چھانے لگا۔ ہمارے لیے یہ پہلا موقع تھا، کیوں کہ جب سے ہم تریم آئے تھے، بارش تو دور کی بات ہے، کبھی بادلوں کی زیارت بھی نہیں ہوئی تھی۔ موسم بدل رہا تھا، شرکاءِ محفل سلام کے لیے کھڑے ہو گئے۔ یاد رہے کہ میں نے پہلے بھی ذکر کیا تھا کہ وہاں محفل کی ابتدا میں کھڑے ہو کر سلام پڑھنے کا رواج ہے، وہی سلام جس کے ابتدائی کلمات ہمارے ہاں بھی پڑھے جاتے ہیں:

یا نبی سلام علیك   یا رسول سلام علیك
یا حبیب سلام علیك   صلوات الله علیك

دف کے ساتھ بہت ہی پرسوز آواز میں اشعار کو پڑھا گیا، اس کے بعد تقاریر کا سلسلہ شروع ہوا۔ مقررین میں سے کئی علماء عورتوں کے پردہ کے حوالہ سے گفتگو کرنے لگے

کہ ہمارے ہاں (یمن میں) عورتیں شریعت کی حدود سے تجاوز کر رہی ہیں، بے پردگی اپنی انتہا کو پہنچ گئی ہے، انگریزی لباس کو ترجیح دی جاتی ہے۔ اگرچہ ان دنوں تک اتنی بھی بے پردگی نہیں تھی، خصوصاً تریم وغیرہ کے گرد و نواح میں تو مکمل پردہ تھا۔ بہر حال آنے والے خطرات کو مدنظر رکھتے ہوئے علماء کرام شریعت کے عطا کردہ احکامات پر پابندی کی تلقین کرتے رہے۔ اس محفل کی صدارت الشیخ سالم بن عبد اللہ الشاطری فرما رہے تھے۔ ہم نے اسی محفل میں پہلی مرتبہ ان کی زیارت کی۔ آپ بیماری کی وجہ سے کرسی پر تشریف فرما تھے، انھوں نے مخصوص انداز میں صدارتی خطبہ دیتے ہوئے حجیت حدیث کے حوالہ سے گفتگو کی اور وہابیہ کا سخت رد فرماتے ہوئے تحدیث نعمت کے طور پر اپنی اعلیٰ سند بخاری، دیگر اسناد کی اہمیت اور متقدمین اکابرین کے ساتھ اپنے روحانی تعلق کی اہمیت کو اجاگر کیا۔ آخر میں ان کے شاگرد مقرر شعلہ بیاں الشیخ حبیب عمر بن محمد بن سالم نے میلاد النبی اور سند کے بارے میں قرآن و سنت کے حوالہ سے پرمغز گفتگو کی۔ دعا کے ساتھ محفل کا اختتام ہوا اور ہم نماز عصر ادا کرتے ہی تریم روانہ ہوئے۔ موسم خوش گوار تھا، تاہم بارش کا کوئی پتا نہیں تھا۔ ادارہ کے صحن میں داخل ہوئے تو مسجد میں دستر خوان سجے ہوئے تھے، بتایا گیا کہ یہاں ایام بیض کے نفلی روزوں کے لیے اسی طرح اہتمام کیا جاتا ہے۔ چناں چہ ہم بھی مسجد میں آ گئے۔ کھجور، قہوہ اور سموسے دستر خوان پر سجے ہوئے تھے، سب ہی آ بیٹھے، خواہ وہ روزہ دار تھے یا روزہ خور۔ اذان مغرب ہوئی، ہم نے افطاری کی اور نماز مغرب کے بعد بریانی کے ساتھ تواضع کی گئی۔

سیئون میں محفل ختم بخاری

۱۵/رجب، نماز جمعہ کے بعد ختم بخاری میں شرکت کے لیے روانگی کی اطلاع

صبح صبح مل گئی۔ایک مرتبہ پھر سیئون کی طرف روانگی ہوئی۔راستے میں موسم سہانا ہو گیا،
کہیں کہیں بارش کے آثار نظر آئے۔ سیئون کی ایک مسجد میں ختم بخاری کی محفل
سجی ہوئی تھی، میں تو مجمع سے گزرتا ہوا بالکل آگے جا پہنچا۔دیکھا تو علماء نے بخاری کے اجزاء
تقسیم کیے ہوئے تھے، جو ہمارے ہاں سپارے کے سائز کے مجلد اجزاء کی صورت میں تھے،
تھوڑی دیر بعد آخری حدیث لاؤڈ اسپیکر پر پڑھی گئی اور پھر پہلی حدیث۔اس کے بعد
علماء نے تقاریر کیں، امام بخاری رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اور ان کی علمی خدمت کے حوالہ سے
گفتگو کی اور دعا پر محفل کا اختتام ہوا۔

سیدنا الامام المهاجر

نماز عصر ادا کرتے ہی ہم واپس روانہ ہوئے لیکن سیئون سے پانچ، چھ کلومیٹر
تریم کی جانب ایک مزار کی طرف بسیں مڑ گئیں، پتا چلا کہ آج مزار پر افطاری ہو گی اور
اس کے بعد محفل میلاد منعقد ہو گی۔

یہ مزار سیدنا أحمد بن عيسى بن محمد بن الإمام علي العريضي بن
الإمام جعفر الصادق بن الإمام محمد الباقر بن الإمام علي زين العابدين
بن الإمام الحسين السبط بن الإمام علي بن أبي طالب (رضی اللہ عنہم) کا تھا۔یہ بزرگ
جمادی الاولیٰ ۲۷۳ھ کو بصرہ میں پیدا ہوئے اور ۱۴؍محرم الحرام ۳۱۹ھ، حضرموت
(یمن) تشریف لائے، دین اسلام کی تبلیغ کی اور ۳۴۵ھ کو وفات پا گئے۔

یہ ان علاقوں کی طرف اسلام کی تبلیغ کے لیے ہجرت کر کے تشریف لائے، اسی لیے
ان کو ''الإمام المُهاجر'' کہا جاتا ہے۔ادارہ کے مخصوص طلباء نے جنگل میں منگل کا
سماں کر دکھایا۔مزار کے ارد گرد آبادی کا نام و نشان تک نہیں، مزار انتہائی بلندی پر ہے،

جس طرح حضرت بابا کمال چشتی رحمۃ اللہ علیہ (قصور) کے مزار پر حاضری دینے کے لیے
سیڑھیاں چڑھنی پڑتی ہیں، اس سے کہیں زیادہ بلندی پر واقع مزار پر حاضری کے لیے
سیڑھیاں چڑھتے چڑھتے سانسیں پھولنے لگتی ہیں۔

سیڑھیوں کے پاس ایک مسجد، وضو خانہ اور وسیع میدان ہے، جہاں طلباء نے سلیقے سے
دریاں بچھا دیں اور مکمل ساؤنڈ سسٹم تک کی جمیع سہولیات کا اہتمام کر دیا۔دستر خوان
بچھ گئے، افطاری کے لیے دار المصطفیٰ سے خصوصی دیگیں عمدہ بریانی، کھجوریں، فروٹ،
قہوہ اور ٹھنڈے پانی کے کولر لے کر آئی ہوئی تھیں۔الشیخ حبیب عمر نے مغرب کے وقت
طلباء کے مختلف سوالات کا جواب دیا، ''الإمام المهاجر'' کے بارے طلباء کو بتایا اور
طلباء میں گھل مل گئے۔افطاری کے بعد اذان مغرب ہوئی، پھر نماز مغرب کے بعد
محفل کا آغاز ہوا۔ہماری بس چوں کہ تھوڑی تاخیر کے ساتھ پہنچی تھی، تب مزار کی طرف
جانے والے طلباء کا بہت زیادہ رش تھا، اس لیے ہم نے نماز مغرب کے بعد حاضری کا
پروگرام بنایا۔سیکڑوں سیڑھیاں چڑھتے ہوئے مزار پر پہنچ گئے، تھوڑی دیر سانس کو
بحال کیا، نیچے نگاہ کی تو حاضرین محفل نقطوں کی مانند نظر آ رہے تھے۔بلندی پر ٹھنڈی ہوا
اور بھی زیادہ مسحور کن تھی، حاضری کا لطف آ گیا۔صاحب مزار کے لیے فاتحہ پڑھی اور
دعائیں التجائیں کرتے ہوئے وہاں سے روانہ ہوئے۔یاد رہے کہ ہر مزار پر حاضری
کے موقع پر اور دعا کے وقت اہتمام کے ساتھ دوست، احباب، رشتہ داروں اور طلباء کرام کا
خصوصی خیال رکھا۔سیڑھیاں اترے اور محفل میں حاضر ہو گئے۔ سیئون سے بھی
بہت سے علماء محفل میں حاضر ہوئے اور مختصر خطابات کیے۔اختتام محفل پر دعا ہوئی،
اسی دوران ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ میں نے ایک خاص بات نوٹ کی کہ

شرکاءِ محفل میں سے کوئی بھی بارش کی وجہ سے بے چین نہ تھا اور اپنی مستی میں مگن محفل میں شریک تھا۔

اسی طرح آخری تقریب جو دارالمصطفیٰ کے صحن میں منعقد ہوئی، اس موقع پر تو خوب بارش ہوئی، لیکن کیا مجال ہے کہ کوئی اپنی جگہ سے ہلا بھی ہو۔ استقامت بڑی چیز ہے، اللہ تعالیٰ ہمیں بھی اسی طرح استقامت عطا فرمائے۔

ہلکی بارش کے باوجود صفیں بن گئیں، اذان عشاء کے ساتھ ہی نماز عشاء ہوئی اور سب بس پر سوار ہو کر تریم کی طرف روانہ ہوئے۔ راستے بھر ہلکی بارش کا سلسلہ جاری رہا، تریم میں بھی کافی بارش ہو چکی تھی۔ ہم دارالمصطفیٰ پہنچ گئے اور تھکاوٹ کے باعث جلدی سو گئے تا کہ صبح کے معمولات میں حرج نہ ہو۔

سیر و تفریح

دورۂ تصوف اختتامی مراحل میں داخل ہو گیا، دو ہفتے بعد پاکستان واپسی تھی۔ یمن میں کئی ایک تاریخی مقامات تھے، جن کی زیارت ضروری تھی اور زندگی میں ایسے مواقع کم ہی میسر آتے ہیں۔ چناں چہ میں نے مقامی طلباء سے یمن کے مختلف شہروں اور خاص مقامات کے بارے میں کافی معلومات اکھٹی کر لیں اور بالآخر یمن کی سیر کے لیے پروگرام بنایا۔ پاکستان سے آنے والے ساتھیوں میں سے کوئی بھی اس سفر پر جانے کے لیے تیار نہ تھا۔ انڈیا سے آیا ہوا طالب علم آفتاب عالم خان، یمن میں ہی دو سال سے رہ رہا تھا اور کچھ عرصہ دارالمصطفیٰ میں بھی پڑھتا رہا، اس نے بھی ابھی تک یمن کو گھوم پھر کر نہیں دیکھا تھا اور ان دنوں صنعاء میں ایم اے کا داخلہ لے رہا تھا۔ چناں چہ اس نے اس سفر میں رفاقت کی ہامی بھر لی۔

میرے پاس دو ہفتے تھے، ان ایام میں سیر کے ساتھ ساتھ دورہ تصوف کی

اختتامی تقریبات میں حاضری کا بھی مکمل ارادہ تھا، اس لیے مزید چار دن کم پڑ گئے۔
نو، دس دن کے مختصر لمحات میں ایسی حکمت عملی اور منصوبہ بندی کی ضرورت تھی کہ
مختصر وقت میں زیادہ سے زیادہ سیر ہو سکے۔ چناں چہ روانگی سے قبل مکمل شیڈول بنایا
اور مختلف مقامات کی زیارت کو مختلف ایام پر تقسیم کیا۔

پاکستان سے آئے ہوئے ساتھیوں میں سے ایک کو دردگردہ ہو گئی، علاج کے باوجود
کچھ خاص افاقہ نہ ہوا تو اس نے بھی صنعاء تک کے سفر کے لیے تیاری باندھ لی،
چناں چہ طے پایا کہ جمعرات کو صنعاء کے لیے روانہ ہوا جائے۔ بدھ، نماز عصر کے بعد
صنعاء روانگی کے لیے ٹکٹس بک کروائیں، ان دنوں تریم سے صنعاء ۱۳۰۰/ریال
(جس کی مالیت ۴۵۰/روپے پاکستانی) تھی، نماز فجر بس اسٹینڈ پر ادا کی اور صبح ٦:٠٠ بجے
تریم سے صنعاء روانہ ہوئے۔ تریم سے صنعاء تک کا فاصلہ تقریباً نو گھنٹے کا ہے، راستے میں
بس ایک بار ناشتہ کے لیے ایک ہوٹل پر رکی اور تین چار بار بس کو چیکنگ کے لیے رکنا پڑا۔
ایک دو بار تو مسافروں کو نیچے اتار لیا گیا۔ ہم تو گاڑی میں ہی بیٹھے رہے اور فوجی نے
گاڑی میں ہمارے پاسپورٹ چیک کر لیے۔ تقریباً ۳:۱۵ بجے ہم صنعاء پہنچ گئے،
ہلکی ہلکی پھوار پڑ رہی تھی، موسم خاصا خوش گوار تھا، آفتاب عالم خان ہمیں لینے بس اسٹینڈ
آئے ہوئے تھے، ہم نے اپنے بیگ اٹھائے اور تھوڑی تلاش کے بعد ہوٹل کا ایک کمرہ لیا،
غسل کیا اور تیار ہو کر باہر نکلے۔

شام ہو رہی تھی، خوب گھومے، کھانا کھایا۔ مجھے تھوڑا سا زکام تھا، اس لیے قہوہ میں
لیموں کا رس ڈال کر مزے سے پیا۔ ہلکی ہلکی رم جھم ہو رہی تھی۔ رات کے ۱۱:۰۰ بج چکے تھے،
ہم ٹہلتے ہوئے ہوٹل پہنچے اور آرام کیا۔

اگلے دن جمعہ تھا، صبح دس بجے ناشتہ کرتے ہی بڑے سرکاری ہسپتال گئے تاکہ
دردگردہ کا مسئلہ حل کیا جائے، لیکن اتنے بڑے ہسپتال میں کوئی ڈاکٹر موجود نہ تھا۔
پتا چلا کہ جمعہ کو ڈاکٹر چھٹی پر ہوتے ہیں اور سوائے ایمرجنسی ان کا آنا تقریباً ناممکن ہے۔
ابھی روڈ پر کھڑے ہی تھے کہ موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ ایک برآمدے میں
پناہ لیتے ہوئے موسم کا نظارہ کرنے لگے۔ ہمارے پاس کوئی پروگرام نہ تھا، طے یہ پایا
کہ ہفتہ کو اس کا چیک اپ کروایا جائے۔ ابھی ہمارے پاس پون دن باقی تھا، کبھی ارادہ کیا
کہ نیشنل میوزیم جایا جائے، کبھی کچھ ارادہ بنا۔ موسم بھی کہیں نکلنے نہیں دے رہا تھا،
چناں چہ آفتاب عالم خان نے اپنے ایک عربی دوست سے مشورہ کیا تو اس نے کہا کہ تم
آج "دار الحجر" سیر کے لیے چلے جاؤ، ضروری نہیں کہ یہاں بارش ہے تو وہاں بھی ہو
اور اپنے ایک دوست کو اس نے کہا کہ ٹیکسی بھیج دو۔ جان پہچان کی وجہ سے ٹیکسی ڈرائیور
کے ساتھ ۱۰۰۰/ریال کرایہ طے پایا، جب کہ موسم کی خرابی کے باعث ہر ڈرائیور
سیر کے لیے ۲۰۰۰/ سے ۲۵۰۰/ریال مانگ رہا تھا۔

دار الحجر --- تاریخی قلعہ

ہم ٹیکسی پر سوار ہوئے اور دار الحجر کے لیے روانہ ہو گئے۔ صنعاء سے تقریباً
ڈیڑھ گھنٹا کے فاصلہ پر ۲۸۰۰ سال پرانا قلعہ ہے، جسے "دار الحجر" کہا جاتا ہے۔
صنعاء چوں کہ مری کی طرح ٹھنڈا اور پہاڑی علاقہ ہے، اس لیے بارش کا پانی
بعض مقامات پر ہمارے پاکستان کی گلیوں، محلوں کا نقشہ پیش کر رہا تھا۔ راستے میں
بارش رک چکی تھی، بادلوں سے آسمان ڈھکا ہوا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا چل رہی تھی۔
"دار الحجر" سے تھوڑا پہلے ایک پہاڑی ہے، جس کی انتہائی بلندی پر سیاح

گہرائیوں میں واقع وادیوں اور ''دار الحجر'' کا نظارہ کرتے ہیں۔اس بلند ترین
چوٹی پر کھڑے ہو کر اردگرد کا نظارہ بہت بھلا لگا۔ بہت تیز اور ٹھنڈی ہوا جسم کو چیر رہی تھی۔
تیز ہوا کے باعث ایک دوسرے سے بات کرنا بھی مشکل ہو رہا تھا، لیکن ایسا نظارہ تو
ایسے موسم میں لطف دیتا ہے۔ بہت رش تھا، کتنے ہی لوگ اس نظارہ کے لیے اپنی گاڑیوں میں
آئے ہوئے تھے۔ سیاہ برقع پوش خواتین اور بچے بچیاں دسترخوان بچھا کر مختلف مقامات پر
پکنک منا رہے تھے۔ اتنی سخت ٹھنڈ میں تو ہمارے لیے ۱۰، ۱۵ر منٹ ہی کافی تھے۔
واپس گاڑی میں بیٹھے اور دار الحجر روانہ ہوئے۔ یاد رہے کہ صنعاء سے دار الحجر جانا ہو تو
ڈرائیور سے اس موضوع پر تھوڑی بات چیت بھی کر لینی چاہیے، کیوں کہ اس Top
کے نظارے کے بِنا، دار الحجر دیکھنے کا کوئی خاص مزا نہیں آتا اور یہ Top دار الحجر کی سیر کا
جزو لازم ہے۔ اب ہم پہاڑی سے نیچے اترے اور مین روڈ پر دار الحجر کی طرف
رواں دواں ہوئے، ۱۵، ۲۰ر منٹ میں ہم دار الحجر پہنچ گئے۔

دار الحجر ایک قلعہ کا نام ہے، جو ۲۸۰۰ سال پرانا ہے۔ اس کی لمبائی تقریباً
۵۰، ۶۰ فٹ ہوگی۔ نیچے سے اوپر کی طرف مکمل نظارہ کرنے پر گردن کندھے سے
جا لگتی ہے۔ یہ محل نما قلعہ ایک موٹی چٹان کو اندر ہی سے کاٹ کر پختہ اینٹوں اور چونے کی
آمیزش سے تیار سفید سیمنٹ سے بنایا گیا ہے۔ اس قلعہ میں داخل ہونے کے لیے غیر ملکی
سیاحوں کے لیے ۵۰۰ ریال، جب کہ یمنی باشندوں کے لیے صرف ۲۰ر ریال ٹکٹ تھا۔
اس لیے بادل ناخواستہ پانچ سو ریال ہی کا ٹکٹ لینا پڑا، کیوں کہ ہم پاکستانی لباس میں تھے۔
آفتاب عالم خان ۵۰۰ر ریال کی ٹکٹ لینے سے مستثنیٰ قرار پایا، کیوں کہ وہ یمنی لباس میں تھا۔
ویسے بھی وہاں اتنی تحقیقات نہیں ہوتیں کہ انٹرویو ہی لینا شروع ہو جائیں۔ ہم ٹکٹ خرید کر

گیٹ کے اندر داخل ہوئے، چند سیڑھیاں چڑھے تو اوپر ایک کشادہ صحن تھا، جس کے
وسط میں ایک فوارہ لگا ہوا تھا، صحن کے احاطہ کے گرداگرد چونے کے خوب صورت
کنگریوں والی ۳ فٹ کی دیوار ہے، جہاں سے وادی کا نظارہ کیا جاتا ہے، یہاں
آرام کرنے کے لیے بنچ بھی رکھے ہوئے تھے۔ ایک جانب مزید آٹھ دس سیڑھیاں
چڑھنے پر ہم دار الحجر کے دروازے پر آ پہنچے۔ اوپر جانے کے لیے ایک ہی دروازہ ہے،
جو لکڑی کا بنا ہوا ہے، جس پر پھول دار کام کیا ہوا ہے، دروازے پر ایک چوکیدار کھڑا ہے،
جو ٹکٹ چیک کر کے اوپر جانے کی اجازت دیتا ہے۔ ہم سیڑھیاں چڑھتے گئے،
ہمارے پاس ایک ترجمان آیا جو ہمیں مختلف تاریخی واقعات اور قلعے کے کمروں کے
بارے میں معلومات فراہم کرتا رہا۔ قلعے کی پہلی منزل پر آئے تو وہاں کچھ کمرے
بنے ہوئے تھے، تقریباً چار پانچ منزلیں تھیں، جن میں شہزادیوں کے لیے کمرے،
بیڈروم، ڈرائنگ روم، کچن اور باتھ روم بنے ہوئے تھے۔ قلعے کے اندر چھت پر
زنجیریں لٹکی ہوئی تھیں تا کہ گوشت کو ان زنجیروں سے لٹکا دیا جائے۔ بعض کمرے مقفل تھے،
جن کو شیشے کی کھڑکی سے ہی دیکھا جا سکتا تھا۔ مختلف کمرے اور منزلیں دیکھتے ہوئے ہم
چھت پر پہنچ گئے۔ چھت سے نیچے اشیاء چیونٹیوں کی طرح نظر آ رہی تھیں اور تیز تیز ہوا
چل رہی تھی۔ عصر کا وقت ہو چکا تھا، بادلوں کے درمیان سے سورج کی پیلی پیلی کرنیں بھی
قلعہ کی دیواروں سے ٹکرا رہی تھیں۔ کافی وقت گزر گیا، ہم سیڑھیاں اترتے ہوئے
قلعے سے باہر آ گئے۔ قلعے کے سامنے ایک دکان تھی، جس میں یمنی ٹوپیاں، خنجر،
ٹوکریاں، ہار، عقیق، لباس اور دیگر بہت سی اشیاء بیچنے کے لیے رکھی ہوئی تھیں۔
واضح رہے کہ خنجر یمن کے قومی لباس کا حصہ ہے، یمنی اسے اپنے پہلو میں لٹکائے رکھتے ہیں،

اسی لیے اس کو "جنبیه" بھی کہتے ہیں۔

ہم خوب صورت لمحات کو کیمرے اور دل کی آنکھ سے محفوظ کرتے ہوئے صنعاء واپس ہوئے۔

نیشنل میوزیم

اگلی صبح ہفتہ تھا، ہم ناشتہ کرنے کے بعد ہسپتال روانہ ہوئے۔ ڈاکٹر نے دوست کا معائنہ کیا اور الٹرا ساؤنڈ سے پتا چلا کہ پتھری کا نام ونشان تک نہیں ہے، چناں چہ یہ سنتے ہی اس نے سکھ کا سانس لیا اور تریم واپسی کے لیے اتوار دوپہر کا ٹکٹ بک کرایا۔ ہم ہسپتال سے سیدھے نیشنل میوزیم گئے، میوزیم چار منزلہ عمارت پر مشتمل تھا۔ میوزیم کے ایک حصہ میں یمنی کلچر کو تصاویر کی شکل میں دکھایا گیا تھا۔ ایک حصہ قرآن کریم کے قدیم نسخہ جات کے لیے مختص تھا، ایک حصہ میں تلواریں، زرہیں، پرانے سکے، مجسمے، پرانی مورتیاں، برتن، مٹکے، زیور اور کئی دوسری اشیاء شیشے کی الماریوں میں سجا کر رکھی ہوئی تھیں۔ ہم تھوڑی دیر گھومے پھرے اور واپس روانہ ہوئے۔ مغرب کے بعد باب الصنعاء کی سیر کا پروگرام بنایا۔

صنعاء

صنعاء ایک قدیم ترین تاریخی شہر ہے، یہ یمن کا دارالحکومت ہے، اس کی بنیاد حضرت سیدنا نوح علیہ السلام کے پرپوتے صنعاء بن ازال نے رکھی تھی، لہٰذا یہ کبھی ازال کے نام سے یاد کیا جاتا اور کبھی صنعاء کہلاتا۔ بعض نے کہا ہے کہ زمانہ قدیم میں اس کا نام ازال تھا، جب حبشہ کے لوگ یہاں آئے تو انھوں نے پتھروں سے بنے اس مضبوط شہر کو دیکھ کر کہا:

صنعہ---جس کا حبشی زبان میں مطلب تھا کہ یہ شہر مضبوط ہے۔

تب سے اس کا نام صنعا صنعاء مشہور ہو گیا۔[معجم البلدان، جلد ۳، صفحہ ۴۲۶]

یہ صنعاء قدیم اور جدید پر مشتمل ہے۔ صنعاء قدیم قلعہ نما شہر ہے، جس کا احاطہ بادشاہی قلعہ لاہور کی طرح موٹی، بلند و بالا مضبوط دیواروں سے کیا گیا ہے۔ اس کا ایک مرکزی دروازہ ہے، جسے باب الصنعاء کہا جاتا ہے، جو تقریباً چودہ، پندرہ فٹ اونچا

اور دو پلوں پر مشتمل اتنا ہی چوڑا ہے۔ دروازہ بہت وزنی ہے اور اس پر پھول دار کام کیا ہوا ہے۔ دروازہ سے شہر میں داخل ہوتے ہی دونوں اطراف میں پر رونق بازار ہے، جو رات گئے تک کھلا رہتا ہے۔ یہاں ہر وقت گہما گہمی ہوتی ہے۔ بازار میں داخل ہوتے ہی یہ احساس ہونے لگتا ہے، جیسے ہم لاہور کے لنڈا بازار میں آ گئے ہیں۔ دکانیں مختلف اشیاء سے آراستہ ہیں، جن میں جوتے، کپڑے، ڈرائی فروٹ اور قیمتی پتھر سجے ہوئے ہیں۔ پتھروں میں زمرد، فیروزہ، یاقوت، عقیق اور دیگر قیمتی پتھروں کی کئی ایک اقسام بھری پڑی ہیں، جن میں یمنی عقیق قابل ذکر ہیں۔

یمنی عقیق کا ذکر حکیم سنائی کے مشہور قصیدہ ''قبۃ الاسلام بلخ'' میں بھی ہے، جس میں انھوں نے روزہا، ماہ ہا، سال ہا، عمر ہا اور قرن ہا کے الفاظ سے ایک ایک شعر لکھا ہے۔ عقیق یمنی کا ذکر اس شعر میں ہے:

سال ہا باید کہ تا یک سنگ اصلی زِ آفتاب
لعل گردد در بدخشاں یا عقیق اندر یمن

اسی قصیدے کے ایک شعر میں حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کا ذکر بھی ہے، جو قدرے تصرف کے ساتھ اس طرح مشہور ہے:

قرن ہا باید کہ تا یک مرد حق پیدا شود
بایزید اندر خراساں یا اویس اندر قرن

اسی شہرت کی وجہ سے ہم نے بھی یمنی عقیق خریدنے کا ارادہ کیا، لیکن مختلف دکانوں پر اس کی قیمتوں میں تفاوت اور افراط و تفریط نے عقیق خریدنے سے باز رکھا، کیوں کہ بعض عقیق جو ۳۰۰/ریال کے تھے، وہی دوسری دکان پر ۵۰/ریال کے تھے اور

ہر دکان دار بزعم خود اصلی عقیق کا دعویٰ دار تھا، اس لیے ہم نے تو پتھر دیکھنے پر ہی اکتفا کیا۔

بازار کافی لمبا ہے اور ایک کشادہ گلی کی صورت میں اونچائی کی طرف جاتا ہے، جب کہ بازار کے اطراف میں مختلف گلیوں، محلوں کی صورت رہائش گاہیں اور ہوٹل بنے ہوئے ہیں۔ یہ صنعاء قدیم کہلاتا ہے، جب کہ باقی سارا شہر جو ہر طرف سے کئی کلو میٹر پر محیط ہے، صنعاء جدید کہلاتا ہے۔ صنعاء عمدہ، کشادہ، صاف ستھری سڑکوں، ہریالی، عمدہ آب و ہوا، خوب صورت بلند و بالا عمارات اور درمیانے درجہ کے فائیو سٹار ہوٹلز پر مشتمل ہے۔ ان دنوں پیک سیزن تھا، اس لیے صنعاء سیاحوں سے کھچا کھچ بھرا پڑا تھا۔ ہم کافی دیر گھومتے رہے، کھانا کھایا اور اگلے دن حدیدہ جانے کے لیے بس کے ٹکٹ بک کرواتے ہوئے تقریباً ۱۱:۳۰ بجے رات واپس ہوئے۔

حُدَيْدَة

اگلا دن اتوار تھا، ہم صنعاء سے حدیدہ روانہ ہو رہے تھے، صبح ۸:۳۰ بجے ناشتہ کیا، میں نے بازار سے اپنے ڈیجیٹل کیمرے کے لیے G.B 2 کا میموری کارڈ خریدا، کیوں کہ کیمرے میں پہلے سے 256 MB کا کارڈ لگا ہوا تھا، جس کا ڈیٹا بار بار انٹرنیٹ کیفے سے C.D پر ڈالنا پڑتا تھا۔ ہم دوپہر ۱:۳۰ بجے باب الصنعاء کے سامنے آ کھڑے ہوئے۔ یمن میں عموماً پاکستان کے بس اسٹینڈز کی طرح کوئی خاص اہتمام نہیں ہوتا۔ مسافر مخصوص روڈ پر سامان لے کر کھڑے ہو جاتے ہیں، بس روانگی سے ۱۵، ۲۰ منٹ پہلے آ جاتی ہے اور مسافروں بس پر سوار ہو جاتے ہیں۔ ہاں بعض بس کمپنیوں نے چھوٹے چھوٹے آفس نما کمرے بھی بنائے ہوئے ہیں، جہاں مسافر آرام سے بس کا انتظار کرتے ہیں۔

ہم نے اپنے دوست کو تریم جانے والی بس پر بٹھایا اور پانی، بوتلیں، چپس، چاکلیٹ اور بسکٹ خریدتے ہوئے حدیدہ جانے والی بس پر سوار ہوئے۔ بس اپنے مقررہ وقت پر ۲:۰۰ بجے دوپہر حدیدہ کے لیے روانہ ہوئی۔

صنعاء سے حدیدہ کی مسافت تقریباً ساڑھے چھ گھنٹا ہے۔ اونچے پہاڑوں کے درمیان بل کھاتی ہوئی کشادہ مگر پرخطر سڑک تھی، جس کے ڈھلوانی جانب صرف چند مقامات پر لوہے کی باڑ لگی ہوئی تھی۔ بس ایک دو مقامات پر ۱۰، ۱۵ منٹ کے لیے رکی۔ مسلسل اتار چڑھاؤ کے باعث بعض مسافرین کو متلی کی شکایت ہوئی، ہم بھی بس سے اتر گئے اور بلند و بالا چوٹیوں اور سرسبز وادیوں کا حسین نظارہ کیا، تصویر کشی کی اور موسم سے لطف اندوز ہوتے بس میں آ گئے۔

حدیدہ سے ڈیڑھ گھنٹا قبل میدانی سفر شروع ہو گیا، بس ۱۱۰ کی سپیڈ سے منزل کی طرف رواں دواں تھی، موسم تبدیل ہو چکا تھا، حدت کا احساس ہونے لگا تو بس کا ایئر کنڈیشنر آن کر دیا گیا۔ بالآخر رات ۸:۴۵ بجے حدیدہ پہنچ گئے۔

حدیدہ یمن کا بہت بڑا تجارتی شہر ہے، جس میں ایک ساحل سمندر بھی ہے۔ یہ شہر کراچی سے کہیں بڑھ کر گرم اور پر حبس ہے۔ شہر میں ہلکی ہلکی ''گھات'' (تمباکو پتے) کی بدبو آتی ہے۔ شہر سپر مارکیٹس، ہوٹلز، بلند و بالا عمارات اور صفائی میں صنعاء سے کہیں بڑھ کر ہے۔ اس میں ایئر پورٹ بھی ہے۔ ویسے یمن میں تقریباً ہر درمیانے درجہ کے شہر میں ایئر پورٹ موجود ہے، اگرچہ بعض شہروں میں پروازیں برائے نام ہی ہوتی ہیں۔

تریم کی گرمی میں تو پسینہ نہیں آتا مگر حدیدہ میں تو خوب پسینہ آتا ہے اور گرمی اور حبس میں سانس لینا بھی دشوار ہو جاتا ہے۔ زندگی میں پہلی مرتبہ اتنے سخت موسم کا احساس ہوا۔ بس سے باہر نکلتے ہی گرم لو جسم سے ٹکرائی اور لمبے سفر کی تھکان میں اور بھی اضافہ ہو گیا۔ آفتاب عالم خان کا ایک دوست ہمیں لینے آیا ہوا تھا، اس نے گرم جوشی سے ہمارا استقبال کیا اور اپنے گھر لے گیا۔

جامعة دارالعلوم الشرعية

حدیدہ میں ''جامعة دارالعلوم الشرعية'' ہے، جس کی شہرت پورے یمن میں پھیلی ہوئی ہے۔ اس جامعہ میں آٹھ سالہ کورس کی تکمیل پر جامعة الأزهر میں ''الشهادة العالمية'' کے کورس میں داخلہ مل جاتا ہے۔ شیخ الجامعہ کا نام العلامة الشيخ محمد علي مرعي ہے۔ آپ بلند پایہ مفسر، محدث، فقیہ، نحوی اور علم فصاحت و بلاغت پر کامل دسترس رکھتے ہیں۔ ان کا شمار یمن کے اکابر علماء میں سے ہوتا ہے۔ آپ پستہ قد، گندمی رنگت، بھاری جسم کے مالک ہیں، نہایت ہی شفیق، ہنس مکھ اور سادہ طبیعت کی حامل شخصیت ہیں۔ یمن میں قبائل کی قوت کے بل بوتے پر حکومتیں بنتی ہیں، آپ کی قد آور شخصیت تمام قبائل میں مسلم ہے، جب بھی کبھی قبائل کے مابین اختلاف ہوتے ہیں تو حضرت کی ثالثی میں ان کے درمیان مصالحت ہوتی ہے۔ اسی وجہ سے عوام الناس کے علاوہ حکومتی حلقوں میں بھی آپ کو قدر کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

جامعہ دارالعلوم شرعیہ کئی ایکڑ تک پھیلا ہوا ہے، جس میں وسیع گراؤنڈ، کلاس رومز اور وسیع وعریض مسجد ہے۔ رہائشی ہاسٹل کئی بلاک پر مشتمل ہے، ہر بلاک پانچ منزلہ ہے، جس میں وسیع، کشادہ، ہوادار کمرے، وضوخانہ اور باتھ روم بنے ہوئے ہیں۔ جامعہ میں تین ہزار سے زائد طلباء رہائش پذیر ہیں، جنہیں تعلیم کے ساتھ ساتھ ناشتہ اور دو وقت کا کھانا بھی مفت فراہم کیا جاتا ہے۔ جامعہ کے ساتھ طالبات کے لیے علیحدہ عمارت بنی ہوئی ہے، جس میں تقریباً ۱۰۰۰ سے زائد طالبات مقیم ہیں اور علوم شرعیہ کی تحصیل میں مصروف ہیں۔ آج کے دور میں اتنے بڑے جامعہ کا منتظم اعلیٰ ہونا اور طلباء، اساتذہ اور عملے کے لیے معقول اسباب مہیا کرنا بھی ایک جہاد ہے۔

ہم دوست کے گھر گئے، سامان رکھا، ہاتھ منہ دھویا، کھانا کھاتے ہی جامعہ روانہ ہوئے۔

شیخ الجامعہ سے ملاقات

حدیدہ آنے کا مقصد ہی شیخ الجامعہ سے ملاقات اور یہاں کے نظام سے آگاہی تھی، اس لیے غیر ضروری تاخیر اور بے مقصد سیر و سیاحت کو ترک کرتے ہوئے سیدھے جامعہ روانہ ہوئے۔ جامعہ قریب ہی تھا، اس لیے پیدل روانہ ہوئے۔ چوکیدار نے گیٹ پر روک لیا، تعارف کرایا اور شیخ سے ملاقات کی اجازت چاہی۔ اس نے شیخ کے سیکرٹری سے بات کرائی تو اس نے اجازت دیتے ہوئے کہا کہ شیخ آخری کلاس کو درس دے رہے ہیں، آپ کچھ دیر انتظار کرلیں، ہم تو اتنی دور سے طلبِ علم کے لیے آئے تھے، لہٰذا فی الفور کلاس روم میں داخل ہو گئے۔ شیخ، السید احمد الہاشمی کی کتاب ''جواهر البلاغة'' کا آخری درس دے رہے تھے، ہم خاموشی سے دروازے کے پاس ہی فرش پر بیٹھ گئے اور طلباء کے ساتھ مل کر بلاغت کا درس سننے لگے۔ طلباء تھوڑی تھوڑی عبارت پڑھتے اور شیخ اس کی تشریح فرماتے۔ بلاغت پڑھاتے ہوئے عام مدرسین کے اسلوب سے ہٹ کر اشعار کی خوب تصحیح کروا رہے تھے اور علم عروض کے قوانین کے مطابق بعض اشعار اسی اتار چڑھاؤ کے ساتھ خود دہراتے ہوئے طلباء کو اسی طرح پڑھنے کی تاکید فرماتے۔ درس بلاغت میں تقریباً ٦٠ سے زائد طلباء شریک تھے، جو سخت گرمی اور حبس میں بڑی دل جمی سے درس بلاغت سن رہے تھے۔ شیخ نہایت سادگی سے جلوہ افروز تھے اور بڑے محبت بھرے انداز سے طلباء کے سامنے علمی خزانے بانٹ رہے تھے۔ درس ہماری توقعات کے برعکس ڈیڑھ گھنٹا سے تجاوز کر گیا، کتاب کے اختتام پر ہمیں علم ہوا کہ یہ آخری کلاس کا اختتامی سبق ہے۔ درس کے بعد طلباء نے قرآن، علوم قرآن، تفسیر، حدیث، فقہ، عقائد، بلاغت، منطق، صرف، نحو اور دیگر علوم میں

اجازات طلب کیں، تو آپ نے نہایت شفقت سے دعا کے لیے ہاتھ اٹھائے اور
تمام علوم وفنون کا نام لے کر اجازت دیتے ہوئے فرمایا:

أجزتکم کما أجازنی أساتذتی و مشائخی و أوصیکم بتقوی
اللّٰہ تعالیٰ فی السر و الإعلان---

دعا کے بعد تمام طلباء نے دست بوسی کی، ہم بھی آگے بڑھے اور دست بوسی
کرتے ہوئے شیخ کے ساتھ چلتے چلتے ملاقات کی۔ شیخ گاڑی میں بیٹھ گئے، تین چار منٹ
عطا فرمائے اور معذرت کرتے ہوئے فرمایا کہ کل سے جامعہ کے امتحانات کا آغاز
ہو رہا ہے، اس کی مصروفیات بھی ہیں اور کل ۲۷؍رجب المرجب کی رات ہے،
مصروفیات اور موانع کے باعث اتنی فرصت نہیں کہ آپ کی خاطر مدارات کرسکوں۔
ہم نے اجازت کے لیے درخواست کی تو فرمایا:

لکم ألف مبروک لقد نلتم جمیع ما نال الطّلاب بعد ثمان
سنوات لکم ألف مبروک---

''تمہیں ہزار مبارک بادیاں ہوں، تم نے تو سب کچھ پالیا جو ان طلباء نے
آٹھ سال کے عرصہ کے بعد حاصل کیا ہے، تمہیں ہزار مبارکیں ہوں''---

تحریری اجازات کے متعلق عرض کی تو فرمایا کہ فتنہ کے پیش نظر آج کل تحریری اجازات
نہیں دیتا ہوں۔ (یاد رہے کہ شیخ یمن میں ایک قدآور شخصیت ہیں، بعض لوگ حکومتی سطح پر
ان کی عطا کردہ اجازات کا ناجائز فائدہ اٹھاتے ہیں، اسی لیے شیخ تحریری اجازات سے
گریز کرتے ہیں) جامعہ کے نظام سے آگاہی کے لیے ناظم تعلیمات سے ملاقات کا
حکم فرمایا اور دعا دیتے ہوئے جامعہ سے رخصت ہوئے۔

ناظم تعلیمات سے ملاقات

جامعہ کے وسیع گراؤنڈ رات ۱۲:۳۰ بجے بھی طلباء سے بھرے پڑے تھے، گہما گہمی
کا سماں تھا، ادارہ کے اساتذہ نے ہمیں ایک کمرے میں بٹھایا، خاطر تواضع کی، ہم نے
باہمی مشورہ سے یہی فیصلہ کیا کہ رات یہیں گزاری جائے تا کہ جامعہ کے شب و روز کے
معمولات سے آگاہی ہو۔ عشاء کی نماز ادا کی، آرام کے لیے بستر لگا دیے گئے، گرمی
اور حبس کے باعث طلباء نے چھت کے دو پنکھوں کے علاوہ دو عدد ٹیبل فین بھی
ہمارے دائیں بائیں لگا دیے لیکن سخت تھکاوٹ کے باوجود گھٹن اور گرمی کے باعث
نیند ذرا بھی نہ آئی۔ تریم کی طرح یہاں بھی طلباء تہجد کے لیے بیدار ہو رہے تھے۔ اللہ تعالیٰ
پاکستانی مدارس کے طلباء کو بھی یمن کے دینی مدارس کے طلباء کا ذوقِ عبادت نصیب فرمائے۔

اذانِ فجر کے قریب ہم بھی وضو کر کے مسجد میں چلے گئے، وسیع و عریض مسجد
اپنی وسعت کے باوجود تنگ پڑ گئی۔ نماز فجر کے بعد کئی ایک طلباء گراؤنڈ میں لیٹ کر،
کچھ بیٹھ کر اور کچھ چہل قدمی کرتے ہوئے آنے والے امتحان کی تیاریوں میں
مصروف تھے۔ حبس اور گھٹن کے باعث حدیدہ میں صبح کی تازگی کا بھی اتنا خاص
احساس نہ ہوا۔ ناظم تعلیمات سے تین گھنٹے کے بعد ملاقات طے تھی، اس لیے وقت کو
غنیمت جانتے ہوئے ہم ساحل سمندر روانہ ہوئے۔ ویگن کے ذریعے ساحل پہنچے،
حدیدہ کا ساحل کراچی کلفٹن کی طرح سجا ہوا نہیں تھا، تاہم نظارہ کے لیے لکڑی کے بینچ
رکھے ہوئے تھے، اس کا پانی صبح سویرے بھی اتنا خاص ٹھنڈا نہ تھا، جب کہ اس کے ساحل کی
ریت پاؤں سے چمٹ جاتی ہے، جسے سڑک پر آنے کے بعد پانی سے اتارنا پڑتا ہے۔
سمندر کی لہریں کافی پر جوش ہیں اور بعض مقامات پر تو چٹانوں سے خوب زور سے

ٹکراتی ہیں۔ آفتاب عالم کے دوست اور جامعہ کے استاذ تو سمندر میں خوب نہائے، میں نے بھی سمندر میں پاؤں گیلے کر ہی لیے۔ ساحل پر کچھ نوجوان فٹ بال کھیل رہے تھے، میں نے بھی چار پانچ مرتبہ کک لگاتے ہوئے پاکستان کی نمائندگی کر دی۔ چہل قدمی کی، گھومے پھرے اور تصاویر بناتے ہوئے واپس ہوئے۔ واپسی پر ایک ہوٹل میں تنوری روٹی اور باسولیہ کا ناشتہ کیا، پیپسی پی اور کچھ انگور، سیب اور کیلے خریدتے ہوئے جامعہ آ گئے۔ تاخیر کے باعث رات کو مہمان خانہ بند تھا، اس لیے ہاسٹل کے ایک کمرے میں قیام کرنا پڑا، لیکن اب مہمان خانہ کھل چکا تھا، اس لیے ہمیں اسی وقت مہمان خانہ میں ٹھہرا دیا گیا۔ مہمان خانہ فل ایئر کنڈیشنڈ تھا، ہم نے سکھ کا سانس لیا اور ٹھنڈے پانی سے فروٹ دھو کر خوب مزے سے کھایا اور گھنٹا ڈیڑھ آرام کیا، اس کے بعد ناظم تعلیمات آ گئے، ان سے جامعہ کے نظام، قواعد وضوابط اور نصاب تعلیم کے متعلق مفصل گفتگو کی، انہوں نے مجھ سے پاکستان کے مدارس اور نظام تعلیم کے متعلق کافی معلومات لیں۔ میں نے پاکستانی طلباء کے داخلہ کے لیے جب ان سے بات چیت کی تو انہوں نے کہا کہ پاکستانی فضلاء کو بھی ہمارے جامعہ کا آٹھ سالہ کورس کرنا ضروری ہے، لیکن میں نے دلائل کے ساتھ انہیں اس بات کا قائل کر لیا کہ پاکستانی طلباء کے لیے تین چار سال کا کورس ہونا چاہیے، کیوں کہ وہ درسیات میں تو پختہ ہوتے ہیں، لیکن ان میں بول چال کی کمی ہوتی ہے، جو عربی ماحول ملنے کی وجہ سے چار پانچ ماہ میں پوری ہو جاتی ہے۔ چناں چہ انہوں نے میری بات کو تسلیم کرتے ہوئے وعدہ کیا کہ اگر آپ پاکستان سے ہمارے جامعہ کے لیے طلباء بھیجیں گے تو ہم انہیں تین یا چار سالہ کورس کروا کر سند فراغت دیں گے (یاد رہے کہ وہی طلباء یمنی مدارس، خصوصاً حدیدہ میں تعلیم حاصل کر سکتے ہیں

جو سخت جان، مستقل مزاج اور نازک طبیعت کے مالک نہ ہوں، ورنہ ٹکٹ کے پیسے ہی برباد کریں گے) ناظم تعلیمات سے تقریباً دو گھنٹے گفتگو جاری رہی، اس کے بعد ہم نے امتحانی مرکز کا دورہ کیا، دوپہر کے کھانا سے معذرت چاہی اور الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے جامعة دار العلوم الشرعية سے رخصت ہوئے۔

کچھ اور علماء سے بھی ملاقات کا ارادہ تھا، لیکن ۲۷/رجب کی مصروفیات کے باعث کسی سے بھی ملاقات نہ ہو سکی، چناں چہ وقت کی کمی کے پیش نظر ہم نے سامان لیا، ہوٹل میں دوپہر کا کھانا کھایا اور محدثین وفقہاء کے ملجاء اور زمانہ قدیم سے علم وحکمت کے گہوارہ مشہور گاؤں زَبِیْد کی طرف روانہ ہونے کے لیے ۱:۳۰ بجے دوپہر بس اسٹینڈ روانہ ہوئے۔

زَبِیْد

حدیدہ سے زبید تقریباً دو گھنٹے کی مسافت ہے، زبید کے لیے ویگن اور ٹیکسیاں اپنے اپنے سٹینڈ سے روانہ ہوتی ہیں، بعض اوقات بڑی ائیر کنڈیشنڈ بس میں بھی خالی سیٹ مل جاتی ہے، جس کا روٹ حدیدہ سے براستہ زبید تَعِز ہے۔ ہم ویگن اڈے پر آئے لیکن ایک ویگن بھر چکی تھی اور دوسری ویگن بھرنے کے لیے 18/سواریاں درکار تھیں، جن کا دوپہر کی گرمی میں اکٹھا ہونا تقریباً ناممکن تھا، بعض لوگوں نے تو سابقہ تجربہ کی بنا پر کہہ دیا کہ عصر سے پہلے اتنے مسافروں کا اکٹھا ہونا خاصا دشوار ہے، کیوں کہ یہاں کے لوگ دوپہر کے وقت قیلولہ کے عادی ہیں۔ ویران ویگن اڈے پر ڈرائیور جھوٹے وعدوں سے ٹکٹ کی خریداری کے سبز باغ دکھا رہا تھا لیکن ہم بھی پاکستانی تھے، بھلا دیارِ غیر کے ڈرائیوروں کی چال بازی میں کہاں آنے والے تھے، لہٰذا تھوڑی دیر انتظار کے بعد دوسرے اڈے کی طرف روانہ ہوئے۔ وہاں پہنچے تو ایک ٹیکسی میں سامان رکھ کر بیٹھ گئے

تھوڑی دیر میں بقیہ تین مسافروں سے ٹیکسی بھر گئی اور روانگی کے لیے تیار ہوئی۔ ٹیکسی میں بیٹھے، جس کے مارے طبیعت بوجھل ہوگئی، تاہم چلتی گاڑی سے آنے والی گرم لو پسینہ سے شرابور جسم کو سکون کا احساس دلانے لگی اور قدرے سکون میسر آیا۔ گاہے گاہے نیند کے جھونکے بھی آئے۔ سڑک کشادہ تھی، تقریباً سارا سفر ہی صحرائی تھا، کہیں کہیں کچھ کھجور کے درخت اور سبزہ بھی نظر آیا۔ تقریباً ساڑھے تین بجے کے قریب ہم زبید پہنچ گئے۔ دارالمصطفیٰ سے کچھ طلباء فقہ حنفی کی تحصیل کے لیے زبید آئے ہوئے تھے، آفتاب عالم نے انہیں آمد کی اطلاع دے رکھی تھی، اس لیے وہ بھی اڈے پر آ گئے اور سامان اٹھاتے ہوئے پیدل زبید میں داخل ہوئے۔

زبید زمانہ قدیم سے ملجأ علم وعلماء ہے۔ کتنے ہی محدثین، فقہاء اور صوفیہ زبید کے سینہ پر علم کی خدمت میں مصروف رہے۔ شافعی المذہب خطہ یمن کے وسط میں واقع چھوٹا سا گاؤں زبید آج بھی فقہ حنفی کا علم بلند کیے ہوئے ہے۔ فقہ حنفی کے مشہور متن ''القدوری'' کی شہرۂ آفاق شرح ''الجوهرة النيرة'' کے مؤلف الامام ابوبکر بن علی بن محمد الحدّاد الیمنی بھی زبید کے ایک قبرستان میں مدفون ہیں۔ وہ کیسا زمانہ ہوگا، جب الامام ابوبکر الحداد مسند تدریس پر جلوہ گر ہوکر فقہ حنفی کی خدمت کرتے ہوں گے۔ ابن حجر عسقلانی جیسے محدثین طلبِ اسناد میں زبید کے چکر لگا رہے ہیں۔ یمنی علماء کی اکثر اسناد علماء زبید کی طرف لوٹتی ہیں، آج بھی زبید ایک دیہات کا منظر پیش کر رہا ہے اور فقہ حنفی کا روشن چراغ زبید کی دھرتی پر ٹمٹماتا ہوا آخری سانسیں لے رہا ہے۔ کچے مکان اور سادہ ماحول میں بسنے والے علماء غربت وافلاس کی زندگی بسر کر رہے ہیں اور اسلاف کے نقشِ قدم پر چلتے ہوئے اپنی مساجد، رباط اور گھروں میں حسبِ استطاعت

دین کی خدمت میں مصروف ہیں۔

زبید ایک قلعہ نما گاؤں ہے، اس کے اردگرد کہیں کہیں پرانی بلند وبالا دیواروں کے آثار اب بھی موجود ہیں۔ چھوٹی چھوٹی بل کھاتی گلیوں کے دونوں اطراف میں کچے مکانات بکثرت موجود ہیں، تاہم خال خال پختہ عمارات بھی بنی ہوئی ہیں۔ گاؤں کے باہر جدید سہولیات سے آراستہ ایک ہوٹل ہے، جو مکمل ائیر کنڈیشنڈ ہے۔ چوں کہ زبید ایک تاریخی اہمیت کا حامل گاؤں ہے، اس لیے یہ ہوٹل اکثر اوقات سیاحوں سے بھرا رہتا ہے۔

دعوت ولیمہ

ہم پیدل چلتے ہوئے ایک رباط کے قرب واقع چھوٹی سی مسجد میں آ ٹھہرے۔ سامان رکھا، وضو کیا اور ظہر کی نماز ادا کی۔ تھوڑا آرام کیا، نمازِ عصر ادا کرنے کے بعد غسل کیا اور باتوں باتوں میں مغرب ہوگئی۔ مسجد کے پڑوس میں دعوت ولیمہ کی تقریب تھی، جن میں طلباء کو بھی شرکت کی دعوت دی گئی تھی۔ ہماری آمد پر انہوں نے ہمیں بھی ولیمہ میں شرکت کی خصوصی دعوت دی۔ نمازِ مغرب کے بعد دعوت ولیمہ کے لیے روانہ ہوئے۔ میدان کے ایک کونہ میں اسٹیج سجا ہوا تھا، مہمان آ رہے تھے، تھوڑی دیر بعد آتش بازی ہوئی۔ کھانا تیار تھا، پہلے طلباء اور باہر سے آئے ہوئے مہمانوں کو کھانے کی دعوت دی گئی۔ ہم بھی کمرے میں داخل ہوئے۔ فرش پر دسترخوان بچھے ہوئے تھے، لوگ آمنے سامنے بیٹھ گئے۔ دسترخوان پر بریانی کے بڑے تھال سجا دیے گئے، آلو کی مزے دار بھجیا اور تیز چٹنی دسترخوان پر رکھ دی گئی۔ کھانا لذیذ تھا، کھانے کے بعد قہوہ پلایا گیا۔ میزبان دروازے کے قریب کھڑے تھے اور ہر گزرنے والے کو

دعوت ولیمہ میں شرکت پر شکریہ کے کلمات سے نواز رہے تھے۔

ہم واپس آئے تو عشاء کی اذان آ گئی۔ نماز ادا کی اور زبید میں رہنے والے علماء کے بارے میں کافی دیر گفتگو کی۔ موسم ابر آلود ہو گیا اور ہلکی ہلکی بوندا باندی شروع ہو گئی۔ یہ ۲۷ویں شب تھی اور ہر طرف معراج النبی ﷺ کے سلسلہ میں محافل منعقد ہو رہی تھیں۔ علمائے زبید میں سے اکثر دور دراز شہروں میں محافل معراج میں شرکت کے لیے گئے ہوئے تھے، اس وجہ سے صرف چند علماء سے ہی ملاقات ہو سکی۔ تقریباً ساڑھے گیارہ، بارہ بجے شب آرام کے لیے لیٹ گئے۔ اذان فجر سے آدھ گھنٹا پہلے بیدار ہوئے، تہجد کے بعد صحن میں بیٹھ گئے۔ موسم قدرے خوش گوار تھا۔

زیارات

نمازِ فجر کے بعد غسل کیا اور کپڑے تبدیل کیے۔ آج ہمارا پروگرام تھا کہ صبح صبح زیارت قبور کے لیے روانہ ہوں، کیوں کہ سورج کی تپش میں چلنا پھرنا کافی دشوار تھا۔ زبید کے ایک جانب بازار تھا، ہم گلیوں سے گزرتے ہوئے بازار پہنچ گئے۔ چھوٹا سا بازار تھا، جس میں مختلف اشیاء ریڑھیوں پر اور دکانوں میں سجی ہوئی تھیں۔ بازار کے ایک کونے میں جانور بک رہے تھے۔ ایک طرف سبزیوں اور پھلوں کی بولیاں ہو رہی تھیں۔ ہم نے بھی ایک ریڑھی سے تازہ پھل خریدے اور ناشتہ کیا۔ چوں کہ قبرستان دور دور تھے، اس لیے ہم نے کرائے پر ایک ویگن لی اور بہت سے علماء و مشائخ کی قبور پر حاضری دی۔ چناں چہ سب سے پہلے ہم سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک روضہ پر حاضر ہوئے، بعد ازاں سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ایک مزار اور **الامام ابو بکر الحداد** اور **القاموس المحیط** کے مصنف کی قبور پر حاضری دی۔

حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ

آفتابِ امت، شمع ملت، سہیل یمنی، نفسِ رحمٰن، قبلہ تابعین حضرت اویس بن عامر القرنی رضی اللہ عنہ اہل تصوف کے عظیم مشائخ میں سے ہوئے ہیں۔ آپ سرور دو عالم ﷺ کے عاشق جاں باز تھے، رسول اللہ ﷺ کا عہد مبارک پایا لیکن صحبت نبوی سے مستفیض نہ ہو سکے۔ آپ دو وجوہ کی بناء پر اپنے محبوب ﷺ کی خدمت میں حاضر نہ ہو سکے۔ ایک تو آپ کی والدہ ماجدہ ضعیف تھیں، ان کی خدمت میں حاضر رہتے، دوسرے حضور ﷺ کے عشق میں مغلوب الاحوال رہتے۔ ضروریات زندگی شتر بانی سے پوری کرتے۔ جو کچھ کماتے، والدہ کی خدمت میں لا رکھتے۔ جو بچ جاتا، غریبوں میں بانٹ دیتے۔ لوگ آپ کو حقارت سے دیکھتے، تمسخر اڑاتے اور بچے دیوانہ سمجھ کر آپ کو کنکر مارتے تھے۔ حضرت خواجہ فرید الدین عطار رحمۃ اللہ علیہ اپنی کتاب تذکرۃ الاولیاء میں فرماتے ہیں کہ حضور نبی کریم ﷺ بسا اوقات یمن کی طرف منہ کر کے فرمایا کرتے:

إنی لأجد نفس الرحمٰن من قبل الیمن---[تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۱۹]

"مجھے یمن کی طرف سے رحمٰن کی خوشبو آتی ہے"---

حضور ﷺ فرمایا کرتے کہ قیامت کے دن اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) کی شکل میں ستر ہزار فرشتوں کا مجمع آپ کو اپنی جلو میں لے کر جنت میں داخل ہوگا۔[مصدر سابق]

امام نووی لکھتے ہیں کہ آپ کی کنیت ابو عمر تھی، بنی قرن قبیلہ سے تعلق کی بنا پر "قرنی" کہا جاتا ہے۔ بعض کا خیال ہے کہ اہلِ نجد کے میقات "قرن منازل" کی مناسبت سے آپ کو قرنی کہا جاتا ہے، مگر یہ سراسر غلط ہے۔[شرح مسلم للنووی، جلد۲، صفحہ ۳۱۱]

خیر التابعین

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

إنّ خیر التابعین رجل یقال له أویس و له والدة و کان به بیاض فمروه فلیستغفر لکم---

[صحیح مسلم، کتاب الفضائل، باب من فضائل اویس القرنی رضی اللہ عنہ]

"تابعین میں سب سے افضل شخص ایک آدمی ہے جس کا نام اویس ہوگا، اس کی ایک والدہ ہے، اس کو برص کی بیماری ہے، اس سے کہنا کہ وہ تمہارے لیے مغفرت کی دعا کرے"---

حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ رقم طراز ہیں کہ حضور ﷺ نے صحابہ سے فرمایا: قرن میں اویس نامی ایک شخص ہے جو قیامت کے دن قبیلہ مضر اور ربیعہ کی بکریوں کے ریوڑوں کے برابر میری امت کی سفارش کرے گا۔ پھر حضرت سیدنا عمر فاروق اور حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہما کی طرف رخ کرتے ہوئے فرمایا، تم اسے ملو گے،

وہ میانہ قد اور لمبے بالوں والا ہوگا، اس کے پہلو پر درہم کی مقدار سفید نشان ہوگا اور اس کی ہتھیلی پر بھی برص کی طرح سفید داغ ہوگا۔ جب تم اس سے ملو تو میرا سلام پہنچانا اور اسے کہنا کہ وہ میری امت کے حق میں دعا کرے۔[کشف المحجوب]

حضرت عمر اور حضرت علی (رضی اللہ عنہما) کی ملاقات

روایت ہے کہ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما، حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی جستجو میں رہے۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ اپنی حیات کے آخری حج کے موقع پر جبل ابوقبیس پر چڑھے اور بلند آواز سے اہل یمن کو پکارا اور پوچھا کہ کیا تم میں سے کوئی اویس نام کا آدمی ہے؟ ایک بوڑھے آدمی نے عرض کی! اس نام کا میرا ایک بھتیجا ہے، جو نہایت گم نام، کم مال اور بے وقعت ہے، وہ اس لائق نہیں کہ آپ کی خدمت میں پیش کیا جائے۔ حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے پوچھا، وہ کہاں ہے؟ بوڑھے نے عرض کی، وہ میدان عرفات میں اونٹ چرا رہا ہے۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما جلدی سے عرفات پہنچے۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نماز پڑھ رہے تھے، نماز سے فراغت کے بعد حضرت سیدنا عمر فاروق اور سیدنا علی رضی اللہ عنہما نے رسول اللہ ﷺ کا سلام پہنچایا تو جواب میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے کہا:

و علیکم السلام یا امیر المؤمنین و یا ابن ابی طالب و رحمة الله و برکاته---

اور اس کے بعد گفتگو شروع ہوئی۔ حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ بولے! رسول اللہ ﷺ نے ہمیں اویس قرنی (رضی اللہ عنہ) کی صفات اور حلیہ بتایا تھا۔ بالوں کی سرخی، نیلگوں آنکھیں تو ہم نے دیکھ لیں، کندھے کے نیچے سفیدی کا نشان دیکھنا باقی ہے، کیا آپ ہمیں یہ نشان

دکھانے کی زحمت گوارا کریں گے؟ اویس قرنی نے اپنا کندھا دکھایا تو وہ سفیدی موجود تھی۔ حضرت عمر فاروق اور حضرت علی رضی اللہ عنہما نے سفیدی کو بوسہ دیا اور فرمایا، ہم گواہی دیتے ہیں کہ آپ ہی اویس قرنی ہیں۔

عمر: ہمارے حق میں دعائے مغفرت فرمائیں۔

اویس قرنی: میں تو دعاء و استغفار میں کسی فرزند آدم کی تخصیص نہیں کرتا (سب کے لیے دعا مانگتا ہوں) اصرار پر آپ سربسجود ہو گئے اور روتے ہوئے امت محمدیہ کے لیے دعائے مغفرت کرنے لگے۔ ندا آئی، تمہاری التجا پر قبیلہ مضر اور ربیعہ کے ریوڑ کی مقدار امت کو بخش دیا۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے فرمایا، میں آپ کے لیے کچھ خرچ اور کپڑے لاتا ہوں۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے عرض کی، میرے پاس چادر اور لنگی موجود ہے، اتنی جلدی تو انہیں پھاڑ نہ سکوں گا اور میرے پاس مضبوط سلا ہوا جوتوں کا جوڑا بھی ہے، یہ ابھی کہاں ٹوٹتے ہیں اور آپ کو خبر نہیں، میں تو اونٹ چرانے کی اجرت چار درھم لیتا ہوں، آپ جانتے ہیں کہ میں انہیں کب تک کھاؤں گا؟

امیر المؤمنین! ہمارے اور آپ کے مابین ایک نہایت سخت گھاٹی آنے والی ہے، اس پر سے وہی پار جائے گا جو ہلکا اور دبلا ہوگا، لہٰذا آپ بھی ہلکے ہی رہیں۔

امیر المؤمنین حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے حضرت اویس قرنی رضی اللہ عنہ کی یہ بات سنی تو اپنے کوڑے کو زمین پر مارتے ہوئے بلند آواز سے پکارا۔ اے کاش، عمر! تجھے تیری ماں پیدا ہی نہ کرتی تو بہتر تھا۔ کاش! وہ عقیم (بانجھ) ہوتی اور تیرے حمل کی مصیبت نہ اٹھاتی۔

اس کے بعد دونوں حضرات واپس تشریف لے گئے۔ اویس قرنی رضی اللہ عنہ نے اونٹ ان کے مالکوں کے حوالے کیے اور شتربانی چھوڑ کر صرف عبادت میں لگ گئے، یہاں تک کہ وصال فرما گئے۔ [حلیة الأولیاء، الجزء الثانی، صفحہ ۸۱ بتغیر]

ابن حیان سے عارفانہ گفتگو

ہرم بن حیان رضی اللہ عنہ کہتے ہیں:

میں اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے احوال سن کر کوفے پہنچا۔ ان سے ملاقات کے علاوہ میرا اور کوئی مقصد نہیں تھا۔ دوپہر کے وقت میں نے انہیں دریائے فرات کے کنارے وضو کرتے ہوئے دیکھا، ان کا جو حلیہ اور اوصاف میں نے سن رکھے تھے، ان سے انہیں فوراً پہچان گیا۔ گندم گوں، غمگین صورت، سر کے بال منڈے ہوئے، باہیبت آدمی تھے۔ میں نے سلام کیا، انہوں نے جواب دیا اور میری جانب دیکھا، میں نے مصافحے کو ہاتھ بڑھایا مگر انہوں نے مصافحہ نہیں کیا۔

ہرم بن حیان: اللہ آپ کو رحمت و مغفرت سے نوازے، آپ کس حال میں ہیں؟

اویس قرنی: اے ہرم بن حیان! اللہ تعالیٰ تمہیں خوش و خرم رکھے، تم کس طرح ہو؟ اور تم کو میرا پتہ کہاں سے چل گیا۔

ہرم: اللہ تعالیٰ نے خبر دے دی۔

اویس: بے شک اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ ہمارا پروردگار، پاک اور منزہ ہے، اس کا وعدہ پورا ہو کر رہتا ہے۔

ہرم: آپ نے میرا اور میرے باپ کا نام کیسے جانا؟ آج سے قبل تو ہم لوگوں نے کبھی باہم ملاقات نہیں کی۔

اویس: نبأني العليم الخبير ---"علیم وخبیر رب نے بتادیا"---

ہرم: مجھے رسول اللہ ﷺ کی کوئی حدیث سنائیں؟

اویس: مجھے تو رسول اللہ ﷺ کی زیارت وصحبت نصیب نہ ہوئی، البتہ میں نے ان لوگوں کی زیارت کی ہے، جنہوں نے حضور ﷺ کی زیارت کی تھی۔ مگر میں محدث، قاضی یا مفتی ہونا پسند نہیں کرتا اور میری طبیعت لوگوں سے اکتاتی ہے۔

ہرم: قرآن مجید کی کچھ آیات ہی سنادیں۔ میرا جی چاہتا ہے کہ میں آپ سے کچھ سنوں اور مجھے کوئی ایسی نصیحت فرمائیں، جسے میں یاد رکھوں۔ یہ سن کر انہوں نے میرا ہاتھ پکڑا اور یہ پڑھا:

أعوذ باللّٰه السميع العليم من الشيطٰن الرجيم ---

اور فرمایا کہ بے شک سب سے سچی بات میرے پروردگار کی ہے اور سب سے صادق قول اللہ تعالیٰ ہی کا ہے۔

﴿وَ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ○ لَوْ اَرَدْنَاۤ اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّاۤ اِنْ كُنَّا فٰعِلِیْنَ○﴾---[الأنبياء،۲۱:۱۶]

"اور ہم نے آسمان اور زمین اور ان کے درمیان کی چیزوں کو عبث (بے مقصد) پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم کھیل تماشا بنانا چاہتے تو اپنے پاس سے اسے بنا لیتے اگر ہمیں کرنا ہوتا"---

یہاں سے آخر سورۃ تک تلاوت کی اور ایک سرد آہ کھینچی، جسے سن کر میں نے سوچا کہ اب بے ہوش ہوئے۔ پھر فرمایا:

"اے ابن حیان! تمہارے والد تو مر ہی چکے ہیں، عنقریب تم بھی مر جاؤ گے، معلوم نہیں اس کے بعد تم جنت میں جاؤ گے یا جہنم میں، اس کے علاوہ دیکھو کہ بابا آدم اور اماں حوا بھی انتقال کر چکے۔ حضرت نوح نجی اللہ، حضرت ابراہیم خلیل اللہ، حضرت موسیٰ کلیم اللہ، حضرت داؤد خلیفۃ اللہ، محمد رسول اللہ (صلوات اللّٰه تعالٰی علیه و علٰی جمیع الأنبیاء و المرسلین) اور حضور ﷺ کے خلیفہ ابوبکر صدیق اور میرے بھائی اور میرے دوست عمر بن خطاب (رضی اللہ عنہما) سب کے سب وصال فرما چکے"---

ہرم: ابھی امیر المؤمنین عمر بن خطاب تو بحیات ہیں، ان کا تو انتقال نہیں ہوا۔

اویس: نہیں، ان کا بھی انتقال ہو چکا ہے۔ میں نے یہی سنا ہے، اللہ تعالیٰ کی جانب سے یہی معلوم ہوا ہے اور میرا دل بھی یہی کہتا ہے اور ہم تم بھی مرنے والوں ہی میں ہیں۔ اس کے بعد درود اور دعا پڑھی اور فرمایا:

میری تمہیں اتنی وصیت ہے کہ موت کو یاد رکھنا اور زندگی میں پلک جھپکنے کی مقدار بھی اس ذکر کو دل سے الگ نہ کرنا اور جب اپنے اہل وعیال میں پہنچنا تو انہیں خوف خدا کی تاکید کرنا اور ساری امت کو سمجھانا۔ جماعت سے علیحدہ نہ رہنا، ورنہ دین سے جدا ہو کر دوزخ میں پہنچ جاؤ گے اور تم میرے لیے اور اپنے لیے دعا کرو۔ پھر دیر تک میرے لیے دعا کرتے رہے اور فرمایا، آج کے بعد اب تم مجھے نہیں دیکھ سکو گے۔ کیوں کہ میں شہرت کو ناپسند کرتا ہوں اور تنہائی کو عزیز رکھتا ہوں، اب نہ کسی سے میرے بارے میں سوال کرنا اور نہ مجھے ڈھونڈنا۔

بس یاد کر کے دعا کرتے رہنا، میں بھی تمہارے حق میں دعا کرتا رہوں گا۔
اب تم چلے جاؤ میں چل رہا ہوں۔

مجھے ان کے ہمراہ کچھ دیر چلنے کی خواہش تھی لیکن انہوں نے اسے قبول نہیں کیا اور میں روتا ہوا ان سے جدا ہوا۔ وہ بھی روتے رہے، میں انہیں جاتے ہوئے دیکھتا رہا، یہاں تک کہ وہ ایک گلی میں داخل ہو گئے۔ اس کے بعد میں نے انہیں بہت تلاش کیا اور لوگوں سے دریافت کیا، مگر ان کا کوئی سراغ نہ مل سکا۔

[حلیۃ الاولیاء، الجزء الثانی، صفحہ ۸۴، باختصار]

محبت رسول ﷺ

حضرت اویس قرنی ؓ رسول اللہ ﷺ کے عشق و محبت کی معراج پر تھے۔ جنگ احد کے موقع پر حضور ﷺ کے دندان مبارک شہید ہونے کی خبر سنی تو تفصیل معلوم نہ کر سکے کہ کون سا دانت شہید ہوا ہے، لہٰذا عشق و محبت کی بے خودی اور غلبہ حال میں ایک ایک کر کے سارے دانت شہید کر دیے۔ [تذکرۃ الاولیاء، صفحہ ۲۳]

مگر علامہ عبدالوہاب شعرانی نے لکھا ہے کہ حضرت اویس قرنی ؓ خود فرماتے ہیں:

"قسم بخدا! حضور ﷺ کا دانت شہید ہوا تو خود بخود میرا دانت بھی ٹوٹ گیا، آپ کا چہرۂ مبارک زخمی ہوا تو میرا چہرہ بھی زخمی ہو گیا، آپ کی پشت مبارک کو صدمہ پہنچا تو میری پشت کو بھی پامال کیا گیا"---

[طبقات کبریٰ، جلد ۱، صفحہ ۲۴]

عبادت

حضرت اصبغ ؓ نے فرمایا:

اویس قرنی ؓ کا یہ حال تھا کہ جب شام ہوتی تو کہتے یہ رکوع کرنے کی رات ہے اور پھر پوری رات رکوع ہی میں گزار دیتے۔ کبھی فرماتے یہ رات سجدے کی رات ہے اور رات سجدہ ہی میں بسر ہو جاتی۔ بعض اوقات شام کو کچھ کھانا بچ جاتا تو شام ہی کو خیرات کر دیتے۔ پھر دعا کرتے:

اللّٰھم من مات جوعا فلا تؤاخذنی بہ و من مات عریانا فلا تؤاخذنی بہ---[حلیۃ الأولیاء، الجزء الثانی، صفحہ ۸۷]

"اے اللہ! اگر کوئی بھوکا مر جائے تو مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا اور کوئی ننگا ہو تو بھی مجھ سے مواخذہ نہ فرمانا"---

شہادت

حضرت داتا علی ہجویری ؒ نے **کشف المحجوب** میں لکھا ہے کہ آپ ؓ جنگ صفین میں حضرت سیدنا علی ؓ کی طرف سے لڑتے ہوئے شہید ہو گئے۔

حضرت عبداللہ بن سلمہ ؓ کا بیان ہے:

دورِ فاروقی میں آذربائیجان میں جہاد ہوا تھا، جس میں ہم لوگ شریک ہوئے تھے، اس میں خواجہ اویس قرنی ؓ بھی ہمارے ہمراہ تھے۔ واپسی پر حضرت اویس قرنی ؓ بیمار ہو گئے، ہم نے انہیں اٹھانا چاہا مگر ان کی طبیعت سنبھل نہ سکی اور وہیں انتقال فرما گئے۔ وہاں کفن، خوشبو اور قبر تیار تھی۔ ہم لوگوں نے غسل و کفن دے کر نماز جنازہ ادا کی اور انہیں دفن کر کے چلے آئے۔ ہم میں سے کسی نے دوسرے سے کہا کہ ہم ان کی قبر جان لیتے تو اچھا ہوتا مگر لوٹ کر دیکھا تو نہ قبر نظر آئی، نہ نشانِ قبر۔

آپ کی قبر کے بارے کوئی حتمی رائے قائم نہیں ہو سکی۔ تاہم عراق، شام اور

یمن وغیرہ مختلف مقامات پر قبور آپ کی طرف منسوب ہیں۔ان میں سے ایک مقام یمن کا گاؤں زبید بھی ہے۔

ہم نے مزار پر حاضری دی، گنبد نما کمرے میں آپ کی قبر بنی ہوئی ہے، جو چار فٹ چوڑی اور تقریباً ساڑھے تین فٹ اونچی ہے، اس کی لمبائی عام قبور کی طرح ہے۔ قبر پر مخملی چادر ڈالی ہوئی تھی، مزار کی اندرونی چھت میں ملتانی پھول دار کام کیا ہوا تھا اور مزار کی اندرونی دیواروں پر آف وائٹ پینٹ کیا ہوا ہے۔قبر کے سر کی جانب دائیں کونے پر سرخ سیاہی کے ساتھ یہ عبارت لکھی ہوئی ہے:

بسم الله الرحمٰن الرحیم

ابو عامر أويس بن عامر بن حرب بن عمرو بن مسعدة بن عمرو
ابن عصفوان بن قرن بن (بن رومان) ناجية بن مراد المرادي
ثـــم القرني خير التابعين بشهادة سيد المرسلين أدرك زمن
رسول الله صلى الله عليه و سلم و لم يره بشغله بره بأمه---

ہم فاتحہ خوانی کرتے ہوئے مزار سے باہر آئے اور یادوں کو دل اور کیمرے کی آنکھ سے محفوظ کرتے ہوئے دیگر مزارات پر حاضری کے لیے روانہ ہوگئے۔

موقع کی مناسبت سے شاعر نعت محترم راجا رشید محمود زید مجدہ کی ایک منقبت اہلِ محبت کے ذوقِ طبع کے لیے پیش خدمت ہے۔

حضرت سیدنا اویس قرنی رضی اللہ عنہ کے مزار مبارک سے دائیں جانب چند قدم کے فاصلے پر ہم اس قبرستان پہنچے جس میں صحابی رسول حضرت سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے منسوب ایک قبر ہے۔

خیر التابعین حضرت اُویس قرنی رضی اللہ عنہ

پائی ہے جو بڑائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے
عشقِ نبی ﷺ میں پائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

گزری اُحد میں آپ ﷺ پر کیا، جب سنا یہ حال
رسمِ وفا نبھائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

وہ آخری منازلِ عشقِ حضور ﷺ تھیں
پائی جہاں رسائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

فاروق و مرتضیٰ (رضی اللہ عنہما) گئے خود چل کے ان کے پاس
وہ آشنائی پائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

ملت کی مغفرت کے لیے مانگ کر دعا
امت کی کی بھلائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

دنیا میں عاشقانِ رسولِ کریم ﷺ کی
فرمائی رہنمائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

شامل کیا رشید کو خدام نعت میں
سرکار ﷺ کے فدائی قرن کے اُویس رضی اللہ عنہ نے

(شاعر نعت راجا رشید محمود)

سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ

آپ کا نام عبداللہ بن قیس بن سلیم بن حضار ابوموسیٰ الاشعری ہے، آپ کا اصلی وطن یمن ہے، آپ بہت سے رشتہ داروں اور دوستوں کے ہمراہ سمندر کے راستے روانہ ہوئے اور بارگاہ رسالت مآب ﷺ میں اس وقت حاضر ہوئے جب آپ ۷ھ میں یہود کے خلاف خیبر کے مشہور نخلستان میں صف آراء تھے۔ چناں چہ آپ بیعت ہو کر خدام رسالت پناہ میں شامل ہو گئے اور آپ ﷺ کے ساتھ مختلف غزوات میں شرکت کی۔

آپ دبلے، پستہ قد اور خفیف اللحیہ تھے، آپ کی والدہ کا نام ظبیة بنت وهب تھا، جو شرفِ اسلام سے مشرف ہوئیں۔ ان کی وفات مدینہ منورہ میں ہوئی۔

حضرت سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ پابند صوم وصلوٰۃ، تہجد گزار، زاہد، عابد، قاری، فقیہ اور ان مجتہدین صحابہ میں سے ایک تھے، جنھیں قضا میں مہارت تھی، چناں چہ لوگ فیصلوں کے لیے ان کی طرف رجوع کرتے۔

رسول اللہ ﷺ نے آپ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر فرمایا۔

حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے آپ کو بصرہ کا عامل متعین کیا۔ حضرت سیدنا عمر فاروق رضی اللہ عنہ نے اپنی وصیت میں تاکید کی کہ کسی شخص کو بھی ایک جگہ سال سے زیادہ عامل مقرر نہ کیا جائے لیکن حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ کو چار سال تک ایک جگہ عامل برقرار رکھا جائے۔

شعبی کہتے ہیں کہ:

كان القضاة أربعة عمر بن الخطاب و علی بن أبی طالب و زيد بن ثابت و أبو موسىٰ ---

چار حضرات قضاء کے منصب پر فائز تھے:

① ...... سیدنا حضرت عمر بن خطاب

② ...... سیدنا حضرت علی بن ابی طالب

③ ...... سیدنا زید بن ثابت

④ ...... سیدنا حضرت ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہم

علی بن عبداللہ بن المدینی کہتے ہیں کہ چھ صحابہ کرام فتویٰ دیتے تھے:

① ...... سیدنا حضرت عمر بن خطاب

② ...... سیدنا حضرت علی بن ابی طالب

③ ...... سیدنا حضرت عبداللہ بن مسعود

④ ...... سیدنا حضرت زید بن ثابت

⑤ ...... سیدنا حضرت ابوموسیٰ

⑥ ...... سیدنا حضرت ابی بن کعب رضی اللہ عنہم

حضرت سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ بہترین قاری تھے، آپ کی آواز حسین تھی۔

ایک رات ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں قرآن مجید کی تلاوت کر رہے تھے، رسول اللہ ﷺ اور حضرت سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کا ادھر سے گزر ہوا۔ آپ نے آواز سنی تو رک گئے اور کافی دیر تک تلاوت سماعت کرنے کے بعد تشریف لے گئے۔

اگلی صبح جب ابوموسیٰ آپ کی بارگاہ میں حاضر ہوئے تو آپ نے فرمایا:

یا أبا موسٰی مررت بك البارحةَ و معی عائشة و أنت تقرأُ فی بیتك فقمنا فاستمَعْنا---

''اے ابوموسیٰ! میں رات تیرے پاس سے گزرا، میرے ساتھ عائشہ (رضی اللہ عنہا) بھی تھی، جب کہ تم اپنے گھر میں تلاوت کر رہے تھے، سو ہم رک گئے اور کان لگا کر قرآن سنا''---

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ نے عرض کی:

یا رسول اللّٰہ! لو علمتُ لَحَبَّرْتُكَ تَحْبیرًا---

''یارسول اللہ! اگر مجھے علم ہوتا تو میں تلاوت میں مزید حسن پیدا کرتا''---

حضرت براء بن عازب رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، رسول اللہ ﷺ نے ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) کو قراءت کرتے ہوئے سنا تو فرمایا:

کان صوت هٰذا من مزامیر آل داؤد---

''گویا کہ اس کی آواز آل داؤد کی سارنگیوں میں سے ہے''---

سیدنا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ، ابوموسیٰ کو فرمایا کرتے تھے:

شوّقنا إلی ربنا فقرأ---

''ہمیں ہمارے رب کا شوق دلاؤ تو آپ قرآن پاک کی تلاوت کرنے لگتے''---

غزوۂ اوطاس کے موقع پر رسول اللہ ﷺ نے آپ کے بارے میں ارشاد فرمایا:

اللّٰهم اغفر لعبد اللّٰه بن قیس ذنبَه و أدخِلْه یومَ القیامة مدخلا کریمًا---

''اے اللہ! عبداللہ بن قیس (ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ) کی لغزشیں معاف فرما اور اسے قیامت کے دن اپنے لطف و کرم کی جلوہ گاہ میں داخل فرما''---

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ سے مروی ہے، حضور ﷺ نے فرمایا:

یقدَمُ علیکم غدًا قومٌ أرقّ قلوبًا لِلْإسلام منکم---

''تمہارے پاس کل ایک ایسی قوم آئے گی جو اسلام کے لیے تم سے بڑھ کر نرم دل ہوں گے''---

راوی کہتے ہیں کہ سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اور ان کے ساتھی جب مدینہ شریف کے قریب ہوئے تو کہنے لگے:

غدًا نلقی الأحبَّة، محمداً و حزْبه---

''کل ہم اپنے محبوبوں، محمد ﷺ اور ان کے گروہ سے ملاقات کریں گے''---

جب وہ مدینہ شریف پہنچے تو انہوں نے مصافحہ کیا۔ یاد رہے کہ مصافحہ کا طریقہ انہیں کا ایجاد کردہ ہے۔ [تاریخ دمشق الکبیر]

حضرت سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے سامنے یہ آیت تلاوت کی:

فَسَوْفَ یَأْتِی اللّٰهُ بِقَوْمٍ یُّحِبُّهُمْ وَ یُحِبُّوْنَهٗ---[المائدہ:۵۴]

''تو عنقریب اللہ ایسے لوگ لائے گا کہ وہ اللہ کے پیارے اور اللہ

ان کا پیارا''---

تو آپ ﷺ نے فرمایا:

ھُم قومك یا أبا موسیٰ أھل الیمن---

''اے ابوموسیٰ! اس قوم سے مراد تم اہل یمن ہو''---

ایک مرتبہ رسول اللہ ﷺ نے اہل یمن سے قرب کی انتہا بیان کرتے ہوئے فرمایا:

ھم مني و أنا منھم---

''وہ مجھ سے ہیں اور میں ان میں سے ہوں''---

ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ کی شجاعت بیان کرتے ہوئے حضور ﷺ نے فرمایا:

سید الفوارس أبو موسیٰ---

''گھڑسواروں کے سردار تو ابوموسیٰ (رضی اللہ عنہ) ہیں''---

[سیر أعلام النبلاء، تاریخ دمشق الکبیر]

اقوال أبو موسیٰ الأشعری رضی اللہ عنہ

- **من کثُر صدیقُه رکب أرقاب أعدائِه---**

''جس آدمی کے دوست کثیر ہوں وہ اپنے دشمنوں کی گردنوں پر سوار ہوتا ہے''---

- **ما استویتُ قائما لغسل منذ أسلمتُ---**

''جب سے میں اسلام لایا ہوں کبھی کھڑے ہو کر غسل نہیں کیا''---

- **إني لأغتسل في البیت المظلم فأحني ظھري حیاءً من ربّي---**

''بے شک میں تاریک کمرے میں غسل کرتا ہوں اور اپنے رب سے حیا کرتے ہوئے اپنی کمر جھکائے رکھتا ہوں''---

- **لأن یمتلِی مِنْخری مِن ریح جیْفۃٍ أحبُّ إلیَّ من أن یمتلِی من ریح امراءۃ---**

''(غیر) عورت کی خوشبو سے بہتر ہے کہ مردار کی بو سے میری ناک بھر جائے''---

- صالح بن موسیٰ الطلحی اپنے باپ سے روایت کرتے ہیں:

ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اپنی وفات سے پہلے عبادت و ریاضت میں بہت زیادہ کوشش کرنے لگے تو کسی نے عرض کی کہ کاش آپ کچھ آرام کر لیتے اور اپنے نفس کو راحت دیتے، آپ نے فرمایا:

إنّ الخیل إذا أرسلت فقاربت رأس مجراھا أخرجت جمیع ما عندھا و الّذی بقي من أجلي أقلّ من ذٰلك---

''جب گھوڑے (مقابلہ کے لیے) چھوڑے جائیں تو یقیناً وہ اپنے نشانہ کے قریب پہنچ جائیں تو اپنی ساری قوت صرف کر دیتے ہیں اور میری زندگی کے بقیہ ایام تو اس (نشانہ) سے بھی کم ہیں''---

- وفات کے وقت آپ نے وصیت کی کہ:

''میری قبر کو گہرا رکھنا''---

آپ کی وفات کے بارے مختلف آرا ہیں، عبداللہ بن محمد البغوی کہتے ہیں:

''حضرت سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہ اپنی دو بیٹیوں کے ساتھ کوفہ میں مسجد کے پڑوس میں رہتے تھے اور مجھے خبر پہنچی کہ آپ کی وفات ۴۳ھ یا ۴۴ھ کو کوفہ میں ہوئی اور آپ کی عمر ساٹھ سال سے اوپر تھی''---

ابونعیم اور ابوبکر بن ابی شیبہ کہتے ہیں کہ آپ کی وفات ۴۴ھ کو ہوئی۔ جب کہ

ابن سعد نے الہیثم بن عدی کے حوالے سے آپ کا سنہ وصال ۴۲ھ اور واقدی نے ۵۵ھ تحریر کیا ہے۔

[سیر اعلام النبلاء، تاریخ دمشق الکبیر]

زبید میں آپ کی قبر کے بارے میں کوئی روایت نظر سے نہیں گزری مگر چوں کہ نبی کریم ﷺ نے آپ کو زبید اور عدن کا عامل مقرر کیا تھا، شاید یہی وجہ ہے کہ زبید میں بھی آپ کی طرف ایک قبر منسوب ہے، ممکن ہے جہاں آپ کا قیام رہا ہو، اس جگہ کو لوگوں نے بطور یادگار محفوظ کر لیا ہو اور بعد میں کسی نے قبر کا نشان بنا دیا۔

ہم نے یہاں جمیع مؤمنین ومؤمنات کے لیے بالعموم اور سیدنا ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ کے لیے بالخصوص فاتحہ خوانی کی۔

سیدنا اویس قرنی اور سیدنا ابوموسیٰ الاشعری رضی اللہ عنہما کے مزارات پر حاضری سے فارغ ہوئے تو گاڑی نے ہمیں زبید گاؤں کے کونے پر واقع قبرستان میں اتارا۔ ہم صاحب القاموس المحیط کے مزار پر حاضر ہوئے۔ سیمنٹ کی بنی ہوئی انتہائی سادہ قبر تھی، کہیں کہیں سے پلستر اکھڑا ہوا تھا، قبر پر کوئی چھت نہ تھی اور نہ ہی لوح تھی، جس پر آپ کا نام وغیرہ لکھا ہوا ہو۔ ہم نے اس قبرستان کے جمیع مسلمان بالخصوص محمد بن یعقوب الفیروز آبادی کی روح کو ایصال ثواب کیا۔

محمد بن یعقوب الفیروز آبادی

آپ کا نام مجد الدین أبوالطاهر محمد بن یعقوب بن إبراهیم بن عمر الفیروز آبادی ہے۔ امام سخاوی نے الضوء اللامع میں ذکر کیا ہے کہ آپ ۷۲۹ھ کو فارس کے شہر کارزین میں پیدا ہوئے، سات سال کی عمر میں قرآن کریم حفظ کیا، آٹھ سال کی عمر میں طلب علم کے لیے شیراز آئے، آپ نے اپنے والد الشیخ سراج الدین

یعقوب اور شیراز کے متعدد علماء سے ادب اور لغت کی تعلیم حاصل کی اور طلب علم کے لیے عراق روانہ ہوئے۔ واسط شہر میں مدرسہ نظامیہ بغداد کے قاضی اور مدرس عبداللہ بن بکتاش سے علم حاصل کیا، پھر مصر کے شہر قاہرہ آئے اور علماء سے اخذ کیا۔ آپ نے طلب علم کے لیے شام، دمشق، یمن، طائف، مکہ مکرمہ، مدینہ منورہ، حلب، روم اور ہند کے سفر کیے۔ زندگی کے آخری بیس سال یمن کے گاؤں زبید میں بسر کیے اور آخری دم تک اشاعت علم میں مصروف رہے۔

ابن حجر العسقلانی فرماتے ہیں کہ آپ جس علاقہ سے گزرتے وہاں کے بادشاہ آپ کی عزت افزائی اور اکرام میں مبالغہ کرتے، جیسے تبریز کے شاہ منصور بن شجاع، والی روم بایزید خان بن عثمان، بغداد کے ابن اویس وغیرہم۔

بادشاہ اشرف اسماعیل نے آپ کی بہت زیادہ خدمت کی، آپ کی ضروریات کا خیال رکھا، وہ آپ کے حلقہ درس میں شامل ہوتا۔ اس نے اپنی بیٹی آپ کے نکاح میں دے دی۔

آپ کو کتابوں سے بہت شغف تھا، آپ نے ۵۰ر ہزار مثقال کی خطیر رقم سے کتب خریدیں۔ آپ جہاں بھی سفر کرتے، کتب سے لدے اونٹ آپ کے ساتھ ساتھ چلتے۔ نامور علماء نے آپ سے کسب فیض کیا، جن میں ابن الحجر العسقلانی، الصلاح الصفدی، ابن عقیل اور الجمال الاسنوی قابل ذکر ہیں۔

ابن حجر تحریر فرماتے ہیں کہ آپ سریع الحفظ تھے، روزانہ سونے سے پہلے ۲۰۰ سطر زبانی یاد کرتے تھے۔ آپ نے مختلف فنون میں متعدد کتب تالیف کیں، جن سے چند ایک یہ ہیں:

القاموس المحیط (لغت)، بصائر ذوی التمییز فی لطائف الکتاب العزیز (تفسیر)، البلغة في تراجم أئمة النحاة و اللغة (تاریخ وتراجم)،

شوارق الأسرار العلية فی شرح مشارق الأنوار النبوية (حديث)، سفر السعادة (حديث)، عمدة الحكام فی شرح عمدة الأحكام (فقه)، الإسعاد بالإصعاد إلی درجة الاجتهاد۔

آپ مکۃ المکرّمہ میں وفات کی خواہش کیا کرتے تھے، لیکن ۲۰ رشوال ۸۱۷ھ، بدھ کی رات زبید میں دار فانی سے کوچ کر گئے اور شیخ اسماعیل الجبرتی کے پہلو میں مدفون ہوئے۔

[ماخذ: شذرات الذهب فی اخبار من ذهب، الضوء اللامع، العقد الثمين، هدية العارفين]

یہاں فاتحہ خوانی کے بعد گاڑی پر بیٹھ کر ابوبکر الحداد کے مزار کی طرف روانہ ہوئے۔ ان کا مزار اس قبرستان کے بالمقابل زبید گاؤں کا پورا چکر کاٹتے ہوئے دوسری جانب واقع تھا، تقریباً دس بارہ منٹ میں ہم وہاں پہنچ گئے۔

الإمام أبوبكر الحداد

آپ کا نام ابوبکر بن علی بن محمد الحداد العبادی الیمنی ہے۔ موصوف فقہ حنفی کے عظیم فقیہ ہیں، آپ یمن کے گاؤں زبید میں اشاعت علم میں مصروف رہے، انھوں نے فقہ حنفی کے مشہور متن ''القدوری'' کی تین جلدوں پر مشتمل شرح لکھی، جس کا نام ''السراج الوهاج الموضح لكل طالب محتاج'' رکھا۔ پھر اس شرح کو مختصر کیا اور اس کا نام ''الجوهرة النيرة'' رکھا، جو دو جلد پر مشتمل ہے۔ آپ کی یہ شرح مقبول عام ہے، ہر دور کے اساتذہ اور طلباء الجوهرة النيرة سے مستفیض ہو رہے ہیں۔ اس کے علاوہ آپ نے بہت سی کتب تالیف کیں:

الرحيق المختوم شرح قيد الأوابد، سراج الظلام و بدر التمام فی شرح المنظومة الهاملية، كشف التنزيل فی تحقيق

المباحث و التأويل، النور المستنير فی شرح منظومة النسفی

آپ نے ۸۰۰ھ کو زبید میں وفات پائی اور زبید کے قبرستان میں مدفون ہوئے۔

ہم آپ کے مزار پر حاضر ہوئے، یہاں بھی قبر پر کوئی لوح موجود نہ تھی اور نہ ہی قبر پر چھت تھی۔ البتہ نزدیک ہی ایک درخت ہے جو آپ کی قبر پر جھکا ہوا سایہ دے رہا ہے۔

افسوس کہ دنیا کے مختلف خطوں میں بالعموم علماء، فقہاء اور محدثین کی قبور کا یہی حال ہے، کوئی بھی ان بلند پایہ علماء کی قبور کی تزیین و آرائش کی طرف دھیان دینے والا نہیں، جب کہ بعض نام نہاد پیروں کے مزارات پر چڑھاوے چڑھائے جاتے ہیں، میلے اور عرس منعقد کیے جاتے ہیں، جب کہ رسول اللہ ﷺ کے نائب عظیم القدر ہستیوں کی قبور کو کوئی پوچھنے والا بھی نہیں مگر اللہ تعالیٰ ﷻ نے ان نفوس قدسیہ کو جس اجر عظیم سے نوازا ہے، اس کا ظہور آخرت میں ہی ہوگا۔

مزار پر فاتحہ خوانی کی اور علماء کی قبور کی یہ حالت دیکھتے ہوئے رنجیدہ وملول واپس ہوئے۔

[ماخذ: كشف الظنون، هدية العارفين، معجم المطبوعات]

ہم زبید کے لاری اڈے سے ''تَعِزْ'' جانے کے لیے ٹکٹیں بک کروا کر مسجد میں آپہنچے، جہاں تھوڑی دیر بعد مفتیٔ زبید سے ہماری ملاقات طے تھی۔ دن کے دس بج چکے تھے، لیکن تپش اور گرمی اتنی کہ الامان الامان

حنفی مفتی محمد قاسم صاحب سے ملاقات

تقریباً دس پندرہ منٹ بعد زبید کے حنفی مفتی ''محمد قاسم حنفی'' مسجد میں تشریف لائے، درمیانہ قد، نحیف جسم، خفیف داڑھی اور نہایت سادہ طبیعت کے حامل تھے۔ تعارف کے بعد مختلف امور پر گفتگو ہوئی۔ زبید میں فقہ حنفی کی بقا کے حوالہ سے بات ہوئی تو انہوں نے بتایا کہ یہاں فقہ حنفی کی حالت ناگفتہ بہ ہے، کتب مذہب دستیاب نہیں، خود مفتی صاحب کے پاس

خال خال چند بوسیدہ کتب موجود تھیں، جو ہر وقت اپنے تھیلے میں لیے گھومتے پھرتے تھے۔ انہوں نے بتایا کہ دور دراز علاقوں سے فقہ حنفی کی تحصیل کے لیے آنے والے طلباء کی رہائش کا مسئلہ سنگین ہے۔ مفتی صاحب نے اپیل کی کہ ہمیں پاکستان اور انڈیا سے حنفی کتب ارسال کی جائیں، تا کہ زبید کے علماء اور طلباء کی کتب حنفی تک رسائی ممکن ہو سکے۔ کافی دیر گفتگو جاری رہی، میں نے حضرت فقیہ اعظم قدس سرہ العزیز اور ان کے بلند پایہ مجموعہ فتاویٰ ''فتاویٰ نوریہ'' کا تعارف کرایا اور آپ کے چند عربی فتاویٰ کی فوٹو اسٹیٹ پیش کی۔ زبید میں صرف یہی حنفی مفتی باقی ہیں، ان کے استاذ کی وفات کے بعد اب زبید میں حنفیت آخری سانسیں لے رہی ہے۔

تھوڑی دیر بعد مفتی صاحب کے استاذ مرحوم کے صاحب زادے تشریف لائے، انہوں نے دوپہر کے کھانے کی دعوت دی، تقریباً سوا بارہ بجے ہم مفتی صاحب کی معیت میں ان کے گھر پہنچ گئے، تھوڑی دیر بعد دستر خوان لگ گیا کہ اچانک گھٹا چھا گئی اور دیکھتے ہی دیکھتے چھما چھم بارش ہونے لگی۔ موسم یک لخت تبدیل ہو گیا، ہم نے برآمدے میں کھانا کھایا اور بارش کے عجیب منظر سے لطف اندوز ہوئے۔ کھانا واقعی مزے دار تھا، کھانے میں وافر مقدار میں ''ثَرِیْد'' موجود تھا۔ دیسی گھی کی روٹی کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے گوشت میں بھگوئے ہوئے تھے اور اوپر شہد ڈالا ہوا تھا، ہم نے سیر ہو کر کھانا کھایا۔ مفتی صاحب وقفے وقفے سے اپنی پلیٹ کی بوٹیاں ہماری پلیٹ میں ڈال رہے تھے اور نہایت شفقت سے ہمیں کھانے کی تلقین کر رہے تھے۔

کھانے کے بعد گروپ فوٹو ہوئے اور اس کے بعد مفتی صاحب سے تحریری اجازات طلب کیں تو آپ نے فرمایا کہ میں نے آج تک کسی کو تحریری اجازت نہیں دی، لیکن اصرار کرنے پر حضرت نے تحریر لکھوائی اور دستخط ثبت کرتے ہوئے ہمیں اجازات سے نوازا۔

بارش رکنے کا نام نہیں لے رہی تھی اور ہمیں روانگی کی فکر تھی، انہوں نے اصرار کیا کہ آج یہیں رک جائیں، کیوں کہ بارش کے باعث اڈے تک جانا مشکل ہے۔ چوں کہ زبید گاؤں قلعہ نما ہے، اس لیے نشیبی گلیاں چار چار فٹ پانی سے بھری پڑی تھیں، لیکن ہم نے پیدل اڈے تک جانے کا اصرار کیا تو بارش ہلکی ہونے کے بعد انہوں نے اجازت دے دی اور دو موٹر سائیکل کے ذریعے ہمیں بس اڈے بھجوایا۔

تھوڑی دیر بعد ''تعز'' جانے والی بس انتہائی تیزی سے اڈے سے گزر گئی، ہمیں خاصی تشویش ہوئی، ہمیں اڈے پر چھوڑنے والے ایک ساتھی کا کافی اثر و رسوخ تھا، اس نے اڈے سے ڈرائیور کو فون پر بس روکنے کی ہدایت کی اور حدیدہ میں بھی ڈرائیور کی شکایت درج کروائی، جس کا اثر یہ ہوا کہ بس سات آٹھ کلومیٹر دور ایک اڈے پر رک گئی۔ انہوں نے ہمیں ایک ٹیکسی پر سوار کرا کے بس کی جانب روانہ کیا۔ دس بارہ منٹ بعد ہم وہاں پہنچ گئے، بس کی فرنٹ سیٹیں خالی کروائی گئیں اور یوں ہماری جان میں جان آئی۔ بس تعز کی طرف روانہ ہو گئی۔

زبید سے تعز کا فاصلہ تقریباً پانچ گھنٹے ہے، موسم نہایت خوش گوار تھا، کھڑکی سے ہلکی ہلکی نم ہوا کے جھونکے حدیدہ اور زبید کے پر مشقت سفر کی تھکان میں راحت کا سامان پیش کر رہے تھے۔ بس، بل کھاتی، پہاڑوں کے درمیان سے گزرتی ہوئی پختہ سڑک پر رواں دواں تھی۔ مغرب کے قریب ہم ہرے بھرے، انتہائی ٹھنڈے، خوب صورت پہاڑی شہر اور یمن کی جنت ''تعز'' نامی شہر میں پہنچ گئے۔

تعِز

تعز خطۂ یمن کا سرسبز، ٹھنڈا، خوش گوار پہاڑی شہر اس اعتبار سے تاریخی اہمیت کا حامل ہے کہ اس شہر کے مضافات میں حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کی مسجد ہے، جو آپ نے اس وقت تعمیر کروائی جب رسول اللہ ﷺ نے آپ کو یمن کا والی بنا کر بھیجا۔ اس کے علاوہ یہ شہر یمن کی جنت کہلاتا ہے۔ سیاح موسم گرما میں سیر و سیاحت کے لیے تعز کی طرف کھنچے چلے آتے ہیں۔ ہم مغرب کے بعد خوب صورت بل کھاتی سڑکوں سے گزرتے ہوئے شہر کے وسط میں پہنچ گئے۔ تمام مسافر بس سے اترنے لگے، ہم بھی اپنا سامان اٹھائے بس سے اتر گئے۔ شام کی تاریکی چھا رہی تھی، ہلکی ہلکی پھوار کے باعث سڑکیں نم تھیں اور یخ بستہ ہوا اپنے وجود کا اچھا خاصا احساس دلا رہی تھی۔ ہمیں تعز کے بارے کوئی خاص معلومات نہ تھیں اور نہ ہی اس شہر کی سیرگاہوں کے متعلق آگاہی تھی۔ ہم سامان اٹھائے قریب ہی ایک ہوٹل میں داخل ہوئے، کاؤنٹر پر کھڑے مینجر سے

ڈبل بیڈ کمرے کا کرایہ پوچھا تو ۵۰۰۰ ریال بتانے لگا۔ اس پیشہ کے حامل افراد رات کی تاریکی میں کمرے کی تلاش میں سرگرداں اجنبی، پردیسی خصوصاً غیر ملکی مسافرین کی بے بسی کا خوب فائدہ اٹھاتے ہیں۔ میں نے اسے سر سے پاؤں تک نگاہ ڈالتے ہوئے بزبانِ فصیح چند کلمات خیر سے نوازا، تاکہ اسے بھی ''دلی سکون'' میسر آئے اور سامان اٹھائے ہوئے اگلے ہوٹل کی طرف متوجہ ہوئے۔ وہاں بھی تقریباً یہی صورت حال تھی، میرا ساتھی تو اچھا خاصا پریشان ہو گیا، لیکن میں نے اسے حوصلہ دیتے ہوئے تھوڑا صبر کرنے کی تلقین کی اور اڈے سے تقریباً دس پندرہ منٹ دور آگے کی جانب خوش گوار موسم کا مزہ لیتے ہوئے پیدل روانہ ہوئے۔ یہاں ہوٹلز کے کمرے نسبتاً مناسب دام کے تھے۔ مجھے چوں کہ پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی سیر و سیاحت کا اچھا خاصا تجربہ تھا، اس لیے میں نے اپنے ساتھی کو سامان دیتے ہوئے ایک ہوٹل میں بٹھایا اور اکیلا آس پاس کے ہوٹلز میں بھاؤ تاؤ کرنے لگا، کیوں کہ سامان اٹھائے ہوئے فکرمند اور پریشان مسافر ہی ان لوگوں کا شکار بنتے ہیں۔ تقریباً چھ سات ہوٹلز پھرنے کے بعد ایک ہوٹل کا ڈبل بیڈ کمرہ پسند آیا، جو کشادہ روشن، ہوادار اور اٹیچ باتھ پر مشتمل تھا، لیکن اس کا کرایہ ۱۷۰۰ ریال بتایا گیا۔ میں نے کانوں کو ہاتھ لگاتے ہوئے مسافر، پاکستانی اور اجنبی ہونے کا شکوہ کیا اور ان کی مہمان نوازی پر تنقید کی، جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ وہ بالآخر ۱۳۰۰ ریال میں کمرہ دینے پر راضی ہو گیا۔ ضروری کارروائی مکمل کی اور ایڈوانس پےمنٹ کرتے ہوئے کمرے کی چابی لے لی اور تھوڑی دیر میں اپنے ساتھی کے ساتھ سامان اٹھائے ہوئے کمرے میں آ گئے۔ سامان رکھا، کھڑکیاں تازہ ہوا کی آمد و رفت کے لیے کھول دیں اور وضو کر کے نماز مغرب ادا کی۔ اس کے بعد کاؤنٹر سے

لذیذ کھانوں کے بارے میں معلومات لیں۔ رہائش اور کھانے کے متعلق ہمیشہ سے یہ
اصول رہا ہے کہ رہائش کے لیے کمرہ نہایت صاف ستھرا، ہوادار اور پرسکون ہونا چاہیے
اور کھانا لذیذ اور معیاری ہو، اگر چہ نسبتاً مہنگا کیوں نہ ہو۔ ہاں اشیاء اور ہوٹلز کے
حد سے متجاوز ریٹ سن کر کبوتر کی طرح بے بس ہو کر آنکھیں بند کر لینے اور سہل پسندی
اور سستی سے کام لیتے ہوئے ایسی مہنگی رہائش گاہیں اور آب وطعام پر اکتفاء کرنا،
قطعاً مناسب نہیں، بلکہ معیاری اور عمدہ اشیاء کے حصول کے لیے تھوڑی محنت اور
جدوجہد کرنا ہی تو سیر کو پر لطف بناتا ہے اور یہی لمحات یادگار بن جاتے ہیں۔ ہوٹل سے
تھوڑی دور ایک ریسٹورنٹ پسند آیا، وہاں گرم گرم کلونجی کا چھٹا لگی ہوئی تنوری روٹیاں
اور کڑاہی گوشت کا مزہ لیا اور اس کے ساتھ کوکا کولا مشروب کے طور پر لی۔ کھانا کھانے
کے بعد ٹہلتے ہوئے ہوٹل کی جانب روانہ ہوئے، راستے میں فروٹ کی دکان سے تازہ
کالے انگور خریدے، جو نہایت شیریں تھے، جب کہ آفتاب بھائی نے آم کھانے کا
ارادہ کیا۔ میں نے آموں کی عجیب وغریب شکل دیکھتے ہی بھانپ لیا کہ یہ کیسے ہوں گے۔
بطور مشورہ آم کے ذائقہ پر متنبہ کیا، لیکن انہوں نے اصرار کے ساتھ دو بڑے آم لیے،
کمرے میں آنے کے بعد ٹھنڈے پانی سے فروٹ دھو کر کھانے لگے تو انہوں نے مجھے بھی
آم کھانے کی دعوت دی، لیکن میں نے معذرت کر لی۔ جب انہوں نے آم چکھا تو
نہایت ہی بے مزا اور کھٹا تھا، میں نے انہیں بتایا کہ لذیذ، خوش ذائقہ اور رسیلے آم تو
ہمارے ہاں پائے جاتے ہیں، بھلا یمنی لوگ آم کے ذائقہ اور اقسام کے بارے کیا جانیں؟
میں نے انہیں انگور کھانے کی دعوت دی اور آئندہ پھلوں کے بارے میں خاص احتیاط کی
تاکید کی۔ کسی بھی ملک کے پھل کھانے میں کوشش ہونی چاہیے کہ ایسے پھل کا

انتخاب کیا جائے جو خاص اسی ملک کی پیداوار ہو، ایک تو وہ پھل سستا ہوگا، دوسرا اس کا
ذائقہ بھی عمدہ ہوگا۔

نمازِ عشاء ادا کرنے کے بعد بستر پر لیٹ گئے۔ پچھلے تین دن سے سخت گرم
علاقوں کے مسلسل سفر اور ادھوری نیند سے چکنا چور جسم پرسکون نیند سے توانا ہو گئے۔
علی الصبح بیدار ہوئے، نمازِ فجر ادا کی اور کھڑکی سے شہر کا نظارہ کیا۔ اس وقت شہر میں
کافی دھند تھی اور سردی کی شدت بھی تھی۔ ہم دوبارہ بستر پر لیٹ گئے، تقریباً ساڑھے نو بجے
بیدار ہوئے اور کپڑے تبدیل کر کے نیچے روڈ پر آ گئے۔ ناشتہ کیا، ٹیکسی اور ویگن
ڈرائیوروں سے مسجد معاذ بن جبل کے بارے معلومات حاصل کیں۔

مسجد حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ

دارالمصطفیٰ سے روانگی کے وقت کچھ دوستوں نے بتایا کہ مسجد شہر کے قریب ہی ہے،
اس لیے ٹیکسی ڈرائیوروں کے چکر میں نہ آنا۔ اسی لیے ہم ان کی نصیحت پر عمل کرتے ہوئے
لوکل ویگن پر بیٹھ گئے۔ ایک سٹاپ پر ڈرائیور نے اتارتے ہوئے دوسری طرف جانے والی
ویگن پر سوار ہونے کی تلقین کی۔ ہمیں چار پانچ ویگنیں بدلنی پڑیں، بالآخر ڈرائیور نے
شہر کے باہر ایک ویران سی سڑک پر ایک جگہ اتار کر ایک گلی کی طرف اشارہ کیا کہ
چند قدم کے فاصلہ پر مسجد معاذ بن جبل واقع ہے۔ ویران ماحول سے کافی ڈر محسوس ہوا،
ہم کچی جھونپڑیوں کے درمیان سے گزرتے ہوئے آگے بڑھے، چند قدم کے فاصلے پر
مسجد کا منار نظر آنے لگا، مسجد کے قریب چند ملنگ ٹائپ افراد نے ڈیرہ لگایا ہوا تھا،
یہاں ہلکی ہلکی بدبو بھی محسوس ہوئی۔ چند بچے مسجد کے باہر کھیل رہے تھے، ہم نے
ادھر ادھر دیکھا، وضو خانہ کہیں نظر نہ آیا۔ ایک آدمی نے راہنمائی کرتے ہوئے چند قدم دور

سڑک کی دوسری جانب ایک کمرے کا دروازہ کھولا تو اس میں کافی لمبا وضو خانہ اور کثیر تعداد میں واش روم بنے ہوئے تھے۔ ہم نے تازہ وضو کیا اور مسجد کی طرف بڑھے۔ مسجد کا منار تقریباً ۴۵ فٹ اونچا ہوگا۔ مسجد خاصی وسیع تھی، مرکزی دروازے کی جانب ایک قطار میں سفیدے کے کافی درخت لگے ہوئے تھے، مسجد سطح زمین سے کافی نیچی ہے، مرکزی دروازے میں داخل ہونے کے لیے چھ سات سیڑھیاں اتر کر جانا پڑتا ہے۔ ہم اترتے ہوئے دروازے سے اندر داخل ہوئے۔ مسجد کا صحن وسیع و عریض تھا، صحن کے تین اطراف میں برآمدے بنے ہوئے تھے اور ایک جانب چھتی ہوئی مسجد تھی۔ مسجد کا دروازہ مقفل تھا، کافی تلاش کے بعد خادم مسجد مل گیا، اس نے ہماری درخواست پر دروازہ کھول دیا۔ مسجد کے اندر سرخ قالین بچھا ہوا تھا اور تقریباً ۱۳، ۱۴ صفیں بنی ہوئی تھیں، ایک صف میں تقریباً ۱۰۰ سے زائد نمازیوں کی گنجائش ہوگی۔ محراب کے پاس ایک بلند و بالا منبر رکھا ہوا ہے، جس کی دس بارہ سیڑھیاں ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اس منبر پر حضرت سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ خطبہ دیا کرتے تھے۔ مسجد کی توسیع ہو چکی تھی، لیکن پرانی مسجد کی حدود کی نشان دہی ہو جاتی ہے۔ مسجد میں داخل ہوتے ہی دروازے کے دائیں جانب دیوار پر نوٹس بورڈ لگا ہوا ہے، جس پر اس تاریخی مسجد کے متعلق معلومات آویزاں ہیں، اس کے علاوہ مسجد کا نقشہ اور آداب مسجد کے حوالہ سے مضامین بھی آویزاں ہیں۔ تحیۃ المسجد کے دو نفل ادا کیے اور مسجد کا تفصیلی معائنہ کرنے کے بعد باہر آ گئے۔ صحن کے وسط میں پانچ چھ فٹ کا ایک ستون بنا ہوا تھا، ایک بزرگ نے بتایا کہ حضرت سیدنا علی رضی اللہ عنہ نے نماز کے اوقات کے تعین کے لیے ایک آلہ بنا کر بھیجا تھا، جو اس مقام پر نصب تھا، غالباً زوال شمس اور مثلِ اوّل و ثانی کے لیے ایک چھڑی نما آلہ ہوگا، تاکہ ظہر

اور عصر کے اوقات متعین ہو سکیں۔ تھوڑی دیر وہاں ٹھہرنے کے بعد باہر نکلے اور ویگن پر سوار ہو کر شہر آ گئے اور تین چار ویگنیں بدلتے ہوئے ہوٹل پہنچ گئے۔ جن دوستوں نے ویگن پر جانے کی نصیحت کی اور شہر کے قریب ہی مسجد کی نشان دہی کی، دراصل انہوں نے محض تخمینے اور اندازے ہی لگائے تھے، مسجد شہر سے کافی دور تھی، ہمیں وہاں جانے کے لیے تقریباً سوا گھنٹا لگا تھا۔ ہمارے خیال میں ۲۰۰۰ ریال تک ملنے والی ٹیکسی پر مسجد کی زیارت کے لیے جانا ویگن کی نسبت زیادہ موزوں اور سکون کا باعث ہے۔ نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور سو گئے۔ عصر کی نماز کے وقت بیدار ہوئے، نماز عصر کے بعد ہوٹل میں رہے اور مغرب کی نماز ادا کرنے کے بعد شہر کی سیر گاہوں کے متعلق معلومات لیں۔ پتا چلا کہ اس شہر کی خوب صورت جگہ جبل صبر ہے، جو دیکھنے کے لائق ہے۔ چناں چہ طے پایا کہ کل صبح جبل صبر کی سیر کی جائے۔ رات کا کھانا کھایا، گھومے پھرے اور واپس آ گئے۔ اگلی صبح جمعرات کا دن تھا، ہم جلدی اٹھ گئے، تیار ہو کر روڈ پر آئے اور ایک ٹیکسی کے ذریعے جبل صبر کی طرف روانہ ہوئے۔

جبل صبر

اس پہاڑ کی بلند و بالا چوٹی پر واقع ایک نہایت اعلیٰ درجے کا ہوٹل ہے، جو اس انداز سے تعمیر کیا گیا ہے کہ وہاں سے سارے شہر اور اس کی وادیوں کا نظارہ کیا جا سکتا ہے۔ یہ ہوٹل کویت کے سابق شیخ نے بنوایا ہے، ہم ٹیکسی کے ذریعے جبل صبر روانہ ہوئے، چوں کہ کافی زیادہ چڑھائی چڑھنا پڑتی ہے، اس لیے ٹیکسی ڈرائیور منہ مانگے دام وصول کرتے ہیں، لیکن یاد رہے کہ اس روڈ تک کسی لوکل ویگن کے ذریعے پہنچا جائے، پھر وہاں سے دوسری لوکل ویگن کے ذریعے جبل صبر کی طرف روانہ ہونا چاہیے، کیوں کہ

ٹیکسی والے ۲۰۰۰، ۱۵۰۰، ۱۰۰۰ تک کرایہ مانگتے ہیں، جب کہ ویگن کا کرایہ صرف ۳۰/ریال ہے۔ چوں کہ ہمیں بھی معلومات نہ تھیں، اس لیے ہم بھی بھاؤ تاؤ کرنے کے بعد ۷۰۰ ریال والی ٹیکسی پر سوار ہو کر جبل صبر روانہ ہوئے۔ بل کھاتی، چڑھائی چڑھتی سڑکیں، مری کا نظارہ پیش کر رہی تھیں، اگرچہ یہ خطہ بھی خوب صورت تھا لیکن ہمارے پاکستان کے شمالی علاقہ جات کی خوب صورتی کے سامنے ذرا بھی نہ ٹھہر سکے۔ ہوٹل کے مین گیٹ پر اتار کر ٹیکسی والا واپس چلا گیا۔ ہوٹل میں داخل ہونے کے لیے ۲۰۰ ریال کا ٹکٹ لینا اور کینٹین سے کچھ نہ کچھ خریداری کرنا بھی ضروری ہے، لیکن یاد رہے کہ ٹکٹ سنبھال کر رکھنا چاہیے، اس کا فائدہ یہ ہے کہ کینٹین کے بل سے ٹکٹ کے ۲۰۰ ریال منہا کر دیے جائیں گے، لہٰذا اگر بچت کی خواہش ہو تو ۲۰۰ ریال کی ایک بوتل پی لیں، تاکہ آپ کا بل چکتا ہو جائے۔

ہم ہوٹل کے صحن میں لگے ہوئے ایک ٹیبل پر بیٹھ گئے اور ہلکا پھلکا ناشتہ کیا، کیوں کہ اشیاء کی قیمتیں کافی زیادہ تھیں، کاؤنٹر پر بل ادا کرتے ہوئے اس نے ہم سے ٹکٹ کے متعلق پوچھا، ٹکٹ دکھانے کے بعد اس نے ہمارے بل سے ۴۰۰ ریال کم کر دیے اور ہمیں اس قانون سے آگاہ کیا۔ ہوٹل کے وسیع صحن میں اڑھائی فٹ چوڑے اور چار فٹ لمبے ٹیبل فکس ہیں، جس کے دونوں اطراف فوم کے نرم بینچ رکھے ہوئے ہیں، یہاں کا مجموعی ماحول خاصہ ایڈوانس تھا، نقاب پوش جوڑے آمنے سامنے بیٹھے، آنکھوں میں آنکھیں ڈالے، دنیا جہاں سے غافل، محو گفتگو ہوتے ہیں۔ ہاں اکا دکا فیملیز بھی ٹیبلز پر براجمان تھیں۔ کاؤنٹر سے پتا چلا کہ گہما گہمی رونق اور موج مستی کا وقت نماز عصر کے بعد ہوتا ہے اور رات دیر تک جاری رہتا ہے۔ شام کے وقت ٹیبل ملنا تو دور کی بات ہے،

یہاں کھڑے ہونا بھی مشکل ہو جاتا ہے۔ ہم نے اس پرسکون ماحول کو غنیمت جانا اور صحن سے وادیوں کا خوب صورت نظارہ کیا، ہوٹل کے اندر گھومے پھرے۔ ہوٹل واقعی نہایت خوب صورتی سے سجا ہوا تھا، اس کا فرش نہایت ہی شفاف تھا، دیواریں لکڑی کے اعلیٰ کام سے مزین تھیں، جن پر اعلیٰ پینٹنگ آویزاں تھیں، آفتاب بھائی تو کاؤنٹر پر معلومات لینے لگ گئے، پوچھنے پر معلوم ہوا کہ سنگل بیڈ کا کرایہ ۷۰/امریکی ڈالر، ڈبل بیڈ کا کرایہ ۱۵۰/ڈالر اور چار بیڈ پر مشتمل کمرے کا کرایہ ۳۰۰/ڈالر ہے۔ آفتاب بھائی نے تو اصرار کے ساتھ ایک کمرہ بھی دیکھ ڈالا۔ کمرے تقریباً P.C ہوٹل کا منظر پیش کر رہے تھے۔ ہم نے ہوٹل کی کافی تصاویر لیں اور تقریباً ڈیڑھ دو گھنٹے گھومنے کے بعد باہر آ گئے۔ تھوڑی دیر بعد ایک ویگن آ گئی، ۳۰، ۳۰/ریال کرایہ دیتے ہوئے نیچے مین روڈ پر آ گئے، تھوڑی دیر تعز کے بازار گھومے پھرے اور پھر کھانا کھاتے ہوئے ہوٹل آ گئے۔ معلومات کی کمی کے باعث تعز میں ہمارا قیام خاصا طویل ہو گیا، منگل کی شام سے تعز آئے ہوئے تھے اور آج جمعرات تک صرف دو مقامات ہی دیکھ سکے۔ تعز کے پاس ہی ایک اور خوب صورت علاقہ ہے، جس کا نام اِب ہے، جو تعز کی طرح ٹھنڈا، سرسبز پہاڑی علاقہ ہے، وقت کی کمی کے باعث ہم نے طے کیا کہ کل صبح ۷:۰۰ کی بس سے اِب روانہ ہوا جائے اور تھوڑا گھوم پھر کر ۱۲:۰۰ بجے بس کے ذریعے تعز پہنچا جائے تاکہ ۲:۰۰ بجے دوپہر تعز سے یمن کے مشہور تجارتی شہر عدن کی طرف روانہ ہوا جا سکے۔ شام کے وقت ہم نے اِب اور عدن کی ٹکٹیں بک کروائیں اور رات کھانا کھانے کے بعد جلد ہی سو گئے۔ صبح جلدی بیدار ہوئے اور اڈے کے قریب ناشتہ کیا۔ ۷:۰۰ بجے بس اپنے مقررہ وقت پر اِب کی طرف روانہ ہوئی۔

اِب

تعز سے ایک گھنٹا کے فاصلہ پر واقع ایک پہاڑی شہر ہے، جس کی وادیاں انتہائی خوب صورتی کا منظر پیش کرتی ہیں۔ موسم تعز کی نسبت زیادہ ٹھنڈا ہے۔ ہم ۸:۱۰ بجے اِب پہنچ گئے، اڈے سے واپسی کی ٹکٹیں بک کروائیں اور اِب کے متعلق معلومات لیں۔ انہوں نے بتایا کہ اب میں سیاحت کے لیے کم از کم چار پانچ دن قیام ضروری ہے اور ایک کاغذ پر کئی مقامات تحریر کر دیے جو دیکھنے کے لائق ہیں۔ اسی طرح تعز کے کئی ایک مقامات کے متعلق آگاہی کی۔ وقت کی کمی کے باعث انہوں نے ہمیں جبل ربّی کی سیر کا مشورہ دیا۔

جبل ربّی

پہاڑ کی چوٹی کا نام ہے، جس پر شہر کے وسط سے بل کھاتی نسبتاً چوڑی سڑک کے ذریعے ہی جایا جاتا ہے۔ ہم بذریعہ ٹیکسی روانہ ہوئے، تقریباً ۲۰، ۲۵ منٹ کے بعد جبل ربی پہنچ گئے۔ چوٹی پر نظارہ کے لیے کشادہ میدان بنا ہوا تھا، جس کے اردگرد لوہے کی مضبوط باڑ لگی ہوئی تھی۔ وہاں سے حد نگاہ تک وادیاں اور بلند و بالا پہاڑ نظر آ رہے تھے، میدان کی ایک جانب وسیع سوئمنگ پول بھی بنا ہوا تھا، جہاں تیراکی کے شوقین نوجوان، بوڑھے اور بچے نہانے کا لطف لے رہے تھے، ہم وہاں تقریباً ایک گھنٹا ٹھہرے اور واپس بس اسٹینڈ آ گئے۔ ۱۲:۰۰ بجے بس کے ذریعے تعز روانہ ہوئے اور ۱:۰۰ بجے اپنے ہوٹل سے سامان لیا اور دوپہر کا کھانا کھاتے ہوئے اڈے آ پہنچے۔ ۲:۰۰ بجے بس اپنے مقررہ وقت پر تعز سے عدن روانہ ہوئی۔ ہم تعز اور اِب کی خوش گوار یادوں کو دل اور کیمرے کی آنکھ سے سمیٹتے ہوئے عدن کی طرف رواں دواں ہوئے۔

عدن

یمن کا بہت بڑا تجارتی شہر عدن ہے، جس میں ایک وسیع بندرگاہ بھی ہے، جہاں پوری دنیا سے آئے ہوئے بحری جہاز لنگر انداز ہوتے ہیں۔ جب بحری جہاز کے ذریعے حج و عمرہ کا سفر کیا جاتا تھا، تو ان دنوں پاکستان سے جدہ جانے والے بحری جہاز عدن کے ساحل پر آ رکتے تھے اور ضروری سامان، کھانا وغیرہ لے کر جدہ روانہ ہوتے تھے۔ ہم بروز جمعہ، ۲:۰۰ بجے تعز سے عدن روانہ ہوئے اور ۵:۱۵ بجے سہ پہر عدن پہنچ گئے۔ عدن کی آب و ہوا تقریباً کراچی کی طرح ہے، سارا دن ہلکی ہلکی ہوا چلتی رہتی ہے، جس کے باعث سورج کی گرمی کم محسوس ہوتی ہے اور شام ڈھلتے ہی موسم خوش گوار ہو جاتا ہے۔ ہم اڈے سے بذریعہ ویگن شہر آئے اور وہاں سے بذریعہ ٹیکسی شیخ ابوبکر العدنی کے دارالعلوم آ گئے۔ ٹیکسی ڈرائیور انڈین تھا، اس لیے اسے شہر گھمانے کے لیے نماز مغرب کے بعد آنے کا پابند کر دیا۔ یاد رہے کہ عدن ایسا شہر ہے، جہاں ہندوستان سے

بے شمار لوگ ہجرت کر کے آئے ہوئے ہیں اور سال ہا سال سے یہیں بس رہے ہیں، بلکہ ہم ایک محلّہ سے گزرے، جہاں صرف ہندو رہتے ہیں۔

شیخ ابوبکر کے مدرسہ کے ساتھ مسجد بنی ہوئی ہے اور مسجد کے سامنے ان کے جدامجد سیدنا الإمام أبوبکر العدنی کا مزار ہے، جو مرجع خلائق ہے۔ ہم انتظامیہ سے ملے اور دارالمصطفیٰ کا حوالہ دیا تو انہوں نے ہمیں مہمان خانہ میں ٹھہرا دیا۔ ہاتھ منہ دھویا اور تازہ دم ہونے کے بعد نماز عصر اور پھر مغرب ادا کی اور سیدنا امام ابوبکر العدنی کے مزار پر حاضری دی۔

سیدنا امام ابوبکر العدنی

السید أبوبکر العدنی بن عبد اللہ العیدروس بن أبی بکر بن عبد الرحمٰن السقاف بن محمد بن علی بن علوی بن الفقیہ المقدم۔

حضر موت کے شہر تریم میں ۸۵۱ھ کو پیدا ہوئے، آپ کی والدہ کا نام السیدۃ عائشۃ بنت عمر المحضار ہے۔ ابتدائی تعلیم اپنے والد عبداللہ العیدروس سے حاصل کی اور آٹھ سال کی عمر میں قرآن پاک حفظ کیا۔ طلب علم کے لیے عدن، زبید اور حرمین شریفین کے سفر کیے۔ اپنے والد گرامی کی وفات کے بعد ۸۶۵ھ کو تدریس کا آغاز کیا۔ ۸۸۹ھ کو عدن میں سکونت اختیار کر لی اور مسجد العیدروس تعمیر کروائی اور اس کے بائیں جانب ایک کنواں کھدوایا، جو آج بھی بطور یادگار موجود ہے۔ مختلف اطراف واکناف سے طلباء آپ کی طرف کھنچے چلے آئے اور آپ سے کسب فیض کیا۔ آپ ۱۴ رشوال ۹۱۴ھ، منگل کی رات اپنے خالق حقیقی سے جا ملے اور مسجد کے سامنے مدفون ہوئے۔ چوں کہ آپ ۲۵ سال کا عرصہ عدن میں مقیم رہے،

اس لیے آپ العدنی کے لقب کے ساتھ شہرت پا گئے۔

آپ کی متعدد تالیفات میں سے ایک کتاب الجزء اللطیف ہے، جس میں آپ کے مشائخ، جن سے آپ نے اخذ کیا اور ان کی متصل اسانید کا تذکرہ ہے، اس کے علاوہ آپ کا مشہور شعری دیوان حجۃ السالك بھی ہے، جو متعدد بار چھپ چکا ہے۔ شیخ ابوبکر عدنی کے مزار پر فاتحہ خوانی کی اور آپ کی روح کو ایصال ثواب کیا۔ اتنے میں ٹیکسی ڈرائیور آ پہنچا، وہ ہمیں ساحل سمندر لے گیا، موسم اچھا ہو گیا تھا، کافی سکون تھا، تھوڑی دیر میں ہم ساحل سمندر پہنچ گئے، ساحل کے پاس میز کرسیاں پڑی ہوئی تھیں، کافی گہما گہمی تھی، فیملیز اپنے اپنے ٹیبلز پر بیٹھے گپ شپ لگاتے ہوئے خورونوش میں مصروف تھے، بچے ریت پر دوڑ رہے تھے، کافی شور شرابہ تھا، لیکن سمندری لہروں کے نظارہ کے لیے روشنی کا کوئی انتظام نہ تھا، ہم تھوڑی دیر گھومتے پھرتے واپس آ گئے۔ نماز عشاء ادا کی، کھانا کھایا اور جلدی لیٹ گئے۔

صبح نماز فجر کے بعد ادارہ کے ایک خادم کو ہمارے ساتھ پابند کر دیا گیا تا کہ وہ ہماری ملاقات علماء سے کرائے اور ہمیں شہر کے قریبی مقامات دکھائے۔ صبح ۱۰ بجے ہم تیار ہو کر مسجد کے صحن میں آ گئے، ادارہ کے خادم مختلف خانقاہوں اور مساجد میں لے گئے، ان میں قابل ذکر مسجد أبَان ہے۔

مسجد أبَان

حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ کے صاحبزادے حضرت ابان کی طرف منسوب مسجد ابان، نہایت خوب صورت اور وسیع وعریض ہے، اس مسجد کا اونچا منار خوب صورت منظر پیش کر رہا ہے۔ مسجد کا صحن تو چھوٹا ہے، البتہ ہال کے اندر تقریباً ۱۴ صفیں بچھیں ہوئی ہیں،

ہر صف میں تقریباً ۴۰، ۴۵ نمازیوں کی گنجائش ہے۔ ہم مسجد میں داخل ہوئے، تحیۃ المسجد کے نوافل ادا کرنے کے بعد تھوڑا گھومے پھرے اور پھر ادارہ پہنچ گئے۔ نمازِ عصر کے بعد الشیخ السید صادق محمد العیدروس سے ملاقات کا وقت طے تھا۔

شیخ السید صادق محمد العیدروس سے ملاقات

نمازِ عصر کے بعد بذریعہ ٹیکسی ہم شیخ سے ملاقات کے لیے ان کے گھر روانہ ہوئے، خادم نے دروازہ کھولا اور ہمیں کمرے میں بٹھا دیا، تھوڑی دیر بعد شیخ تشریف لائے، شیخ کی عمر ۶۵، ۷۰ کے لگ بھگ ہوگی۔ وہ درمیانے قد اور نہایت سادہ طبیعت کے مالک، ہنس مکھ اور ملنسار ہیں۔ موصوف یادگارِ اسلاف اور جید عالم دین ہیں اور پشت در پشت دینِ حنیف کی خدمت کے لیے کوشاں ہیں۔ شیخ نے ہماری تواضع کے لیے جوس منگوائے۔ تعارف کے بعد مختلف موضوعات پر بات چیت ہوئی۔ دوران گفتگو شیخ نے ہمارے امام اعظم نعمان بن ثابت ؓ کا ذکر نہایت ادب سے کیا اور امام شافعی ؓ کا مشہور واقعہ بھی سنایا، جب آپ سیدنا امام اعظم ؓ کے مزار پر حاضر ہوئے اور رفع الیدین ترک کر دیا۔

باتوں باتوں میں حضرت سیدنا غوث اعظم جیلانی ؓ کا تذکرہ چھڑ گیا۔ شیخ آب دیدہ ہو گئے اور آپ کی کرامات اور فضائل و مناقب بیان کرنے لگے اور آپ کے قصیدہ غوثیہ کے کتنے ہی اشعار بڑی روانی سے کہتے گئے۔

فرمانے لگے کہ ہمارے ہاں بھی بڑے ذوق و شوق سے گیارہویں منائی جاتی ہے، کیوں کہ آپ نبی کریم ﷺ کے لاڈلے بیٹے ہیں، ان کے طفیل آپ کا بھی دنیا میں بول بالا ہے۔ یہاں آستانوں پر خوب رش ہوتا ہے۔

آخر میں ہم نے شیخ سے اجازت طلب کی تو آپ نے نہایت شفقت فرماتے ہوئے خادم کو تحریر لکھوائی اور ہمیں اجازات عطا فرمائیں اور دعائیں دیں۔ ہم اجازات لے کر شیخ کی دست بوسی کرتے ہوئے واپس ہوئے۔ شیخ ابوبکر عدنی ان دنوں تریم گئے ہوئے تھے، اس لیے ہم ان کی اجازات اور ملاقات سے محروم رہ گئے۔ تریم جانے کے لیے ہم اتوار کا ٹکٹ بک کروانے بس اسٹینڈ پہنچے تو کسی بھی کمپنی کی بس کی سیٹ اتوار کے لیے میسر نہ تھی، کافی کوشش کے بعد ہم نے فیصلہ کیا کہ مُکَلّا کی سیٹ بک کروائی جائے اور پھر وہاں سے تریم روانہ ہوا جائے، چناں چہ بڑی مشکل سے اتوار کی شام مُکَلّا کے لیے سیٹیں دستیاب ہو سکیں۔ اگلے دن نمازِ فجر کے بعد تھوڑا آرام کیا، اس کے بعد تیار ہوئے، دوپہر کا کھانا کھایا اور سب سے الوداعی ملاقات کرتے ہوئے بس اسٹینڈ کی طرف روانہ ہوئے۔ تقریباً ۴:۳۰ بجے بس آ پہنچی، ہم سامان رکھتے ہوئے اپنی سیٹوں پر آ بیٹھے۔ ۵:۰۰ بجے بس اپنے مقررہ وقت پر مکلا کے لیے روانہ ہوئی۔

مُکَلّا

یمن کا تجارتی شہر مکلا نہایت خوب صورتی سے سجایا گیا ہے، یہ شہر بھی ساحل سمندر کے قریب واقع ہے، سمندر سے ایک ندی شہر کے وسط تک نکالی ہوئی ہے، جس کے دونوں اطراف میں ٹریفک کے لیے ایک ایک کشادہ سڑک بنی ہوئی ہے۔ یہ شہر ساحل کے قریب ہونے کے باعث تریم سے نسبتاً کم گرم ہے۔ ہم رات کے ڈیڑھ بجے مکلا پہنچ گئے، اس وقت کسی ہوٹل میں قیام کے متحمل نہیں ہو سکتے تھے، کیوں کہ ہمیں صبح صبح تریم کے لیے روانہ ہونا تھا۔ گاڑی سے اترنے کے بعد تھوڑی دیر شہر کا نظارہ کیا۔ شہر کے وسط میں بہتی ندی نہایت خوب صورت ماحول پیش کر رہی تھی۔ ندی کے اطراف سبزہ لگا ہوا تھا اور نظارہ کے لیے بینچ رکھے ہوئے تھے۔ تھوڑے تھوڑے فاصلے پر ندی عبور کرنے کے لیے پل بنے ہوئے تھے، جو جدید اور خوب صورت تھے۔ کچھ دیر

گھومنے پھرنے کے بعد ہم ایک ہوٹل آ گئے، انہوں نے سڑک کے کنارے پر بیٹھنے کے لیے ٹیبل لگائے ہوئے تھے، ہم بھی ایک ٹیبل پر آ گئے۔ دیر تک بیٹھے گپ شپ لگاتے رہے اور کھانا کھایا۔ رات ۳:۳۰ بجے ٹہلتے ٹہلتے پل عبور کیا اور دوسری جانب آ گئے۔ یہاں سے پانچ پانچ افراد کو لے جانے والی ٹیکسیاں صبح صبح تریم کے لیے روانہ ہوتی ہیں، اگر ائیر کنڈیشنڈ بس کے ذریعے تریم جانا ہو تو پہلا ٹائم ۸:۳۰ بجے روانہ ہوتا ہے، جس کے لیے مزید انتظار کرنا پڑتا ہے۔ وقت کی بچت کرتے ہوئے ہم نے بذریعہ ٹیکسی تریم روانہ ہونے کا ارادہ کیا۔ وقت گزارنے کے لیے ہم بنچوں پر لیٹ گئے اور باتیں کرتے کرتے صبح ہو گئی۔ نماز فجر کے فوراً بعد ایک ٹیکسی والے سے بات کی، اتفاقاً مزید تین افراد اسی وقت آ پہنچے، چناں چہ سامان رکھتے ہی ہم صبح ۵:۰۰ بجے تریم کے لیے روانہ ہوئے، راستے میں ایک ہوٹل سے ناشتہ کیا اور پھر سفر شروع ہو گیا۔ سارا رستہ ویران اور خشک پہاڑوں پر مشتمل تھا، مکلا سے تریم کا فاصلہ تقریباً سوا پانچ گھنٹے کا تھا، ہم ۱۰:۳۰ بجے تریم پہنچ گئے۔ اڈے سے ۱۵۰/ ریال ٹیکسی والے کو دیے اور ہم دار المصطفیٰ پہنچے۔ پاکستان سے آئے ہوئے ساتھیوں نے گیٹ پر استقبال کیا، ایک دوسرے سے گلے ملے، انہوں نے ہمارا سامان اٹھایا اور کمرے میں پہنچایا۔

غسل اور کپڑے تبدیل کرنے کے بعد تھوڑا آرام کیا، نماز ظہر ادا کرنے کے بعد کھانا کھایا اور ساتھیوں کو سفر کی روداد سنائی۔ ہمیں پتا چلا کہ کل ۵/ اگست، بروز منگل، نماز مغرب کے بعد الوداعی تقریب منعقد ہو رہی ہے، چناں چہ ہم بھی تیاریوں میں مصروف ہو گئے۔ ایک دوسرے سے الوداعی ملاقاتیں کرنے لگے، ٹیلی فون اور ایڈریس لیے۔

دورۂ تصوف کی اختتامی تقریب

نمازِ مغرب سے پہلے صحن میں قالین بچھ گئے، کافی گہما گہمی تھی، انیس بھائی اپنی بیوی، بچوں سمیت تریم آ چکے تھے اور ان سے صنعاء میں اس وقت ملاقات ہوئی تھی، جب ہم زیارات کے لیے صنعاء سے روانہ ہو رہے تھے، جب کہ وہ تریم کے لیے۔ نمازِ مغرب کے وقت دارالمصطفیٰ طلباء، اساتذہ اور مقامی لوگوں سے کھچا کھچ بھر گیا، میڈیا کے افراد بھی کافی تعداد میں موجود تھے۔ نمازِ مغرب کے بعد تقریب کا آغاز ہوا تو ہم ادارہ کے صحن میں آ بیٹھے۔

تھوڑی دیر بعد خطابات کا سلسلہ شروع ہو گیا، علماء کرام مختلف موضوعات پر خطاب کرنے لگے، بعض خطباء نے سیدنا ہود علیہ السلام کے مزار کی حاضری اور آپ کے فضائل و مناقب کے حوالہ سے گفتگو کی۔ اچانک موسم خراب ہو گیا اور دیکھتے ہی دیکھتے موسلا دھار بارش شروع ہو گئی۔ مجال ہے کہ کوئی ہلا بھی ہو، سب اپنی اپنی جگہ پر بیٹھے رہے، بارش سے سب کے کپڑے بھیگ گئے۔ تھوڑی دیر بعد بارش رک گئی اور ہلکی ہلکی ہوا چلنے لگی۔ بارش کے باعث موسم قدرے خوش گوار ہو گیا۔ آخری خطاب کے لیے شیخ سالم شاطری کو دعوت دی گئی، آپ نے مختصر اور جامع خطاب فرمایا اور زیارت ہود اور اولیاء و صلحاء کے مزارات کی حاضری پر اٹھائے جانے والے اعتراضات کا علمی محاسبہ فرمایا۔ آخر میں الشیخ حبیب عمر نے جملہ حاضرین، معاونین، علماء و طلباء کا شکریہ ادا کرتے ہوئے دورۂ تصوف ۲۰۰۸ء کے اختتام کا اعلان فرمایا اور دعا پر محفل اپنے اختتام کو پہنچی۔

اختتامی تقریب کے موقع پر ہر عام و خاص کے لیے لنگر کا وسیع انتظام تھا، ہم ایک دوسرے سے الوداعی ملاقاتیں کرتے رہے۔ رش قدرے کم ہوا تو ہم نے بھی

کھانا کھا لیا۔ تھوڑی دیر بعد جامعہ کے وسیع گراؤنڈ میں طلباء کی طرف سے سالانہ طنز و مزاح اور وعظ و نصیحت سے بھرپور ڈرامہ پیش کیا گیا، جو رات دیر گئے تک جاری رہا۔ حاضرین ڈرامے سے کافی لطف اندوز ہوئے۔

یمن سے واپسی کا سفر

اگلے دن صبح ۱۱:۰۰ بجے میں اور انیس بھائی بکنگ آفس گئے اور جمعرات صبح ۵:۰۰ بجے صنعاء واپسی کے لیے ٹکٹ بک کرائے، پھر بازار کا رخ کیا، کچھ خریداری کی۔ تقریباً ۲:۰۰ بجے واپسی ہوئی۔ گھنٹا بھر آرام کرنے کے بعد سامان پیک کیا، عصر کی نماز سے فارغ ہو کر کچھ خریداری کی، جن میں بالخصوص تل والے حلوہ جات تھے، جو یہاں سے نہایت معیاری اور سستے داموں ملتے ہیں۔ نمازِ مغرب کے بعد اپنا سامان ادارہ سے انیس بھائی کے گھر منتقل کیا، کیوں کہ فجر کی اذان کے وقت روانگی تھی، اس لیے زیادہ سہولت اسی میں تھی کہ سامان سے بے فکری ہو جائے۔ نمازِ عشاء کے بعد شیخ حبیب عمر سے الوداعی ملاقات کی۔ انیس بھائی نے دعوت کا اہتمام کیا، سب دوست ان کے گھر روانہ ہوئے، کھانا کھایا اور دیر تک گپ شپ کرتے رہے، تقریباً ۱۲:۳۰ بجے شب دارالمصطفیٰ پہنچے، تھوڑا آرام کیا اور رات ۲:۳۰ بجے بیدار ہوئے۔ سب سے الوداعی مصافحہ کیا اور انیس بھائی کے گھر روانہ ہوئے۔ مقررہ وقت پر گاڑی ان کے گھر کے سامنے آ رکی، سامان لے کر اڈے کی طرف روانہ ہوئے، بس مقررہ وقت پر نہ آئی، پوچھنے پر بتایا گیا کہ شدید بارش کی وجہ سے راستوں میں لینڈ سلائیڈنگ ہوئی ہے، لہٰذا ڈیڑھ دو گھنٹا تاخیر سے پہنچے گی۔ میں نے تمام دوستوں کا شکریہ ادا کیا اور انہیں واپس بھیج دیا، تقریباً ۷:۰۰ بجے بس آن پہنچی، تمام مسافر سامان اٹھاتے ہوئے بس میں

داخل ہونے لگے، میرا سامان رکھا جا چکا تھا کہ اچانک ڈرائیور نے میرے لباس سے اندازہ لگاتے ہوئے استفسار کیا، کیا تم اجنبی ہو؟ میں نے غیر متوقع سوال کا جواب ہاں میں دیا تو اس نے میرا سامان نیچے اتروا دیا، پوچھنے پر بتایا کہ ان دنوں بلقیس مآرب سے اجنبیوں کے لیے دھمکیاں موصول ہوئی ہیں (کیوں کہ وہاں شیعہ کی کثرت ہے اور وہ آئے دن حکومت کو گرانے کے لیے فسادات کرتے رہتے ہیں) اس لیے حکومت نے غیر ملکیوں کے بذریعہ بس سفر پر پابندی لگا دی ہے۔ بس کی روانگی کے بعد میں نے ٹیکسی پکڑی اور واپس دارالمصطفیٰ آ پہنچا۔ اگلے دن جمعہ تھا اور صبح ۱۰:۰۰ بجے کی فلائٹ سے میری سیٹ O.K تھی۔ جوں جوں وقت گزرتا جا رہا تھا، پریشانی میں مزید اضافہ ہو رہا تھا۔ دارالمصطفیٰ کے آفس سے جہاز کی ٹکٹ بک کروانے گئے تو پتا چلا کہ اگلے ۵ دن تک جہاز کی ٹکٹس بک ہیں، تریم سے صنعاء بذریعہ ہوائی جہاز ۱۵۰۰۰/ یمنی ریال کرایہ تھا، (ان دنوں تقریباً ۵۰۰۰/ روپے پاکستانی) جب کہ ٹیکسی کے ذریعے جانے کا آپشن بھی موجود تھا، لیکن اوّل تو تریم سے کوئی ڈرائیور دارالحکومت تک جانے کو تیار نہ تھا، دوسرے ٹیکسی کا کرایہ تقریباً ۲۷۰۰۰ سے ۳۰۰۰۰/ یمنی ریال تک تھا، جو جہاز کے کرایہ سے بھی دگنا تھا۔ ایک رسک تھا کہ اگر بس سے روانہ ہوا جائے، جو اگلے دن صبح ۵:۰۰ بجے کے قریب پہنچے، لیکن اس میں خطرناک پہلو یہ تھا کہ اگر بس کی ٹکٹ ہی نہ ملی یا راستے میں بس کو رکنا پڑا تو؟

میری پریشانی انتہا کو پہنچ گئی، کیوں کہ اگر جمعہ کی فلائٹ مس ہو جاتی تو ۵۰ ڈالر جرمانہ پڑتا اور کراچی سے بصیر پور، فرید ایکسپریس کا ٹکٹ بھی ضائع ہو جاتا۔ بروقت پہنچنے کی کوئی سبیل نہ تھی، خیر انیس بھائی، آفتاب بھائی اور دیگر احباب سے مشورہ کیا تو طے پایا

کہ یہاں رہنے کی بجائے سیئون سے صنعاء جانے کی کوشش کی جائے یا سیئون ہوائی اڈے سے براہ راست ٹکٹ لیا جائے، ممکن ہے کہ وہاں سے کوئی سیٹ مل جائے۔ چناں چہ توکلاً علی اللہ ہر قسم کے خدشات پس پشت ڈالتے ہوئے انیس بھائی کے گھر گئے، ناشتہ کیا اور سامان لے کر اڈے پر آ گئے اور بذریعہ ٹیکسی سیئون پہنچ گئے۔ ٹکٹ بک کروانے آفس پہنچے تو انہوں نے معذرت سے جواب دیا کہ ہمیں پولیس کی طرف سے اجازت نامہ لا دیں تو ہم ٹکٹ دے دیتے ہیں، انہیں بھاری سامان اپنے پاس رکھنے کی درخواست کی تو انہوں نے مہربانی کرتے ہوئے ہمارا سامان اپنے پاس رکھ لیا۔ ہم جلدی سے ہوائی جہاز کا ٹکٹ بک کروانے کے لیے یمنیہ ایئر لائن کے آفس کی طرف روانہ ہوئے، آفس پاس ہی تھا، وہاں سے بھی مایوسی ہوئی، لیکن انہوں نے تجویز دی کہ تم سامان لے کر ایئر پورٹ پہنچ جاؤ، بعض اوقات کوئی مسافر رہ جائے تو اس کی جگہ پر دوسرے کو بھیج دیا جاتا ہے اور ٹکٹ وہیں دستیاب ہوتے ہیں۔ ہم نے سوچا کہ اگر ایسا نہ ہوا تو پھر یہاں سے بھی رات کو بذریعہ بس یا ٹیکسی ہی روانہ ہونا پڑے گا۔ میں نے اصرار کیا کہ جب ہمارے پاس کوئی ذریعہ ہی نہیں تو کیوں نہ پولیس اسٹیشن جایا جائے، ہم کوئی مجرم تھوڑا ہیں، کم از کم انہیں اپنا مسئلہ تو بتائیں، آفتاب بھائی ذرا ہچکچائے لیکن میں ان کو اصرار کے ساتھ پولیس اسٹیشن لے گیا، وہاں کے مقامی آفیسر سے ملاقات کی، انہیں ساری صورت حال سے آگاہ کیا کہ ہمارے لیے جہاز یا ٹیکسی کے ذریعے جانا ناممکن ہے، جب کہ بس کی اجازت نہیں مل رہی، ہم کیسے صنعاء پہنچیں اور کیسے کل پاکستان کے لیے روانہ ہوں؟

آفیسر نے تحمل سے بات سنی اور اجازت نامہ بناتے ہوئے اپنا موبائل فون نمبر دیا کہ اگر کسی جگہ چیک پوسٹ پر مسئلہ ہو تو میری بات کروا دیں۔ یہ سن کر ہماری جان میں جان آئی،

ہم خوشی خوشی واپس ہوئے، ۲:۰۰ بجے کا ٹکٹ بک کروایا، ہمارے پاس ابھی ۲ گھنٹے باقی تھے، ہم نے دوپہر کا کھانا کھایا، نماز ظہر پڑھی اور تھوڑا گھوم پھر کر واپس ہوئے۔ بس مقررہ وقت پر آ گئی، سامان رکھا اور آفتاب بھائی سے گلے ملے اور الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے اپنی منزل کی طرف رواں دواں ہوئے۔ راستے میں تین، چار بار سخت چیکنگ کے مراحل سے گزرنا پڑا، لیکن میں تو بس کے اندر ہی براجمان رہا۔ یاد رہے کہ یمنی، پاکستانیوں کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ رات آٹھ بجے بلقیس مآرب پہنچ گئے، وہاں ہوٹل پر کھانا کھایا، کھانے کے دوران بڑا محتاط رہا اور جلدی جلدی واپس بس میں آ پہنچا، ساتھ والی سیٹ پر دو بچے سفر کر رہے تھے، جو تریم سے میرے ساتھ ہم سفر تھے، ان سے خوب گپ شپ رہی، میرے پاس سامان زیادہ تھا، ایسے میں ہوٹل کی تلاش خاصی دشوار لگ رہی تھی، جب میں نے ان سے بات کی تو انہوں نے مدد کی ہامی بھر لی۔ تقریباً رات سوا ایک بجے یمن کے دارالحکومت صنعاء پہنچ گئے، وہاں سے ٹیکسی لی اور تھوڑی کوشش کے بعد ایک ہوٹل کا مناسب کمرہ مل گیا۔ سامان کمرے میں رکھا اور انہیں الوداعی مصافحہ کرتے ہوئے رخصت کیا۔ واپس کمرے میں آیا اور سامان سلیقے سے باندھا، نماز عشاء ادا کی اور الارم لگا کر سو گیا۔ احتیاطاً کاؤنٹر پر اطلاع بھی دے دی کہ مجھے جلدی اٹھا دیا جائے۔ بستر پر لیٹا تو مجھے تھوڑا خوف کا احساس بھی تھا، واپسی کی خوشی بھی اور دن بھر کی تھکاوٹ اور پریشانی بھی تھی، اس لیے باوجود کوشش کے نیند کوسوں دور تھی۔ جیسے تیسے رات گزاری، نماز فجر کے بعد کپڑے تبدیل کیے اور ائیر پورٹ روانہ ہوا۔

ایئرپورٹ پر کافی گہما گہمی تھی، میں بھی ٹرالی کو دھکیلتے ہوئے کاؤنٹر پر گیا۔

شناخت کے بعد اندر داخل ہوا، مجھے سامان کے وزن کی زیادہ فکر تھی، کیوں کہ ایمریٹس کا سخت قانون ہے کہ ۳۰ کلو سے زیادہ وزن نہ ہو۔ جب سامان کا وزن کیا گیا تو خلاف توقع وزن صرف دو تین کلو زیادہ نکلا، لیکن اس کا جرمانہ بھی تقریباً ۲۰ ڈالر تھا۔ اس مرحلہ سے گزرنے کے بعد سامان پر ٹیگ لگائے گئے اور خودکار مشین کے ذریعے روانہ کر کے مجھے بورڈنگ کارڈ تھما دیا گیا۔ میں نے بھی طنزاً ان سے درخواست کی کہ ایک طالب علم سے جرمانہ تو وصول کر لیا ہے، اگر آپ چاہتے تو گنجائش نکل سکتی تھی، اب کم از کم ونڈو سیٹ ہی جاری کر دو، تو وہ کافی شرمندہ ہوا اور اس نے ونڈو سیٹ کا بورڈنگ کارڈ جاری کر دیا۔ اس کے بعد ویٹنگ روم میں آ کر مقررہ وقت کا انتظار کرنے لگا۔ بورڈنگ تک کے سارے معاملات خوش اسلوبی سے حل ہو گئے تو میں نے انیس بھائی سے فون پر بات کی اور بقیہ بیلنس ختم کرنے کے لیے پاکستان بھی بات چیت کی۔ ۱۰:۰۰ بجے کی فلائٹ سے ۱:۳۰ بجے دبئی پہنچ گئے، وہاں سے شام ۶:۳۰ بجے کی فلائٹ سے کراچی روانگی تھی۔

ائر پورٹ پر رات کی نسبت دن کو کافی سکون تھا اور واہیات مناظر میں بھی نسبتاً کمی تھی۔ نماز ظہر ادا کی اور کافی گھومے پھرے۔ ایک کارڈ لیا اور پاکستان بات کی۔ نماز عصر کے بعد آہستہ آہستہ اپنے مقررہ Entry گیٹ کی طرف بڑھا۔ بورڈنگ صنعاء میں ہی ہو چکی تھی، اس لیے صرف معمولی کارروائی کے بعد لاؤنج میں آ گیا۔ مقررہ وقت پر جہاز میں داخل ہوئے، اتفاق ایسا ہوا کہ صنعاء سے کراچی تک ساتھ والی سیٹ خالی رہی، جس کے باعث مزے سے پورا سفر بیت گیا۔ رات ۱۰:۰۰ بجے کراچی کے قائداعظم انٹرنیشنل ائر پورٹ پر ایمریٹس ائرلائن مقررہ وقت پر لینڈ کر گئی۔ ائر پورٹ کے ضروری معاملات سے فراغت میں کوئی زیادہ تاخیر نہ ہوئی، لیکن سامان کا

کڑا مرحلہ ایک گھنٹا تاخیر کا باعث بنا، کیوں کہ فلائٹس بدلنے کی وجہ سے سامان آخر میں جا پہنچا ہو گا۔ اس مرحلہ کے دوران مختلف مقامات سے دوست احباب کے فون ریسیو کرتا رہا، بالآخر پونے بارہ بجے ائیر پورٹ سے باہر آیا۔ حضرت سیدی فقیہ اعظم کے خادم بابو رشید احمد نوری کے منجھلے بیٹے احمد مکی مجھے ریسیو کرنے آئے ہوئے تھے، ہم گلے ملے اور پھر سامان گاڑی میں رکھتے ہوئے ان کے گھر روانہ ہوئے۔ گھر پہنچ کر نماز عشاء ادا کی، کھانا کھایا اور لیٹ گیا۔ نماز فجر پڑھ کر تھوڑا آرام کرنے کے بعد غسل کیا، ہلکا ناشتہ کیا اور استاذ مفتی ابوالقاسم صاحب سے ملاقات کے لیے ان کے گھر روانہ ہوئے۔ یہاں تقریباً تین گھنٹے قیام کیا، سفر یمن اور وہاں بھیجے جانے والے طلباء کے بارے میں تفصیلی گفتگو ہوئی، وہیں دوپہر کا کھانا کھایا اور اجازت لے کر رخصت ہوئے۔ بابو جی کے گھر سے سامان اٹھایا اور ریلوے اسٹیشن پہنچ گئے۔

نئے ٹائم کے مطابق شام ۸:۰۰ بجے بذریعہ فرید ایکسپریس بصیر پور روانگی تھی، لیکن گاڑی آدھا گھنٹا لیٹ ہوگئی، جس کے باعث یمن کے خواب چکنا چور ہو گئے اور مجھے اپنے پاکستانی ہونے کا یقین ہو گیا۔ ساری رات سفر جاری رہا، اگلے دن اذان مغرب کے وقت گاڑی بصیر پور شریف کے اسٹیشن پر آ رکی، طلباء، اساتذہ اور مریدین کا جم غفیر اسٹیشن پر موجود تھا، میں نے ۱۰/اگست ۲۰۰۸ء بصیر پور شریف کی سرزمین پر قدم رکھا اور یوں میرا یہ علمی، روحانی اور مطالعاتی سفر اپنے اختتام کو پہنچا۔

❁❁❁❁❁